ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جون ۱۹۹۱ء

قرآن مجید اور موجودہ معاشرہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو زندگی گزارنے کے اصول و قوانین عطا کرتا ہے۔ جن انسانوں نے قرآن پر عمل کیا اور کرایا۔ وہی سچے ہوئے وہی مخلص، وہی ہمدرد ہیں، وہی عادل، وہی منصف ہیں اور وہی بہترین انسان۔۔ قرآن پر عمل سے جتنی جتنی زندگی میں دوری ہوتی چلی گئی اور جب انسان نے خدا کے بنائے ہوئے قوانین کے مقابلے میں اپنے بنائے ہوئے قوانین کو اپنی زندگی کے لئے قبول کرلیا تو اس کی زندگی کے ہر شعبے میں انسانیت کی جگہ درندگی، وحشت، حیوانیت اور تمام برائیاں آتی چلی گئیں اور تاریخ اس بات کی شاہد و عادل ہے کہ پھر پورا انسانی معاشرہ جنگل کے درندوں سے زیادہ خوفناک ہوتا چلا گیا۔ اگر ہمیں چشم بینا نصیب ہو تو آج کا معاشرہ اسی بات کی واضح دلیل ہے کہ جو لوگ قرآن کو مان کر اس پر عمل نہیں کرتے وہ کس طریقے سے تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ کیسے ذلتیں ان کا مقدر بن جاتی ہیں اور رسوائیاں کس طریقے سے ان کو گھیر لیتی ہیں۔

سید عطاء المومن بخاری مدظلہ
خطبۂ جمعہ 31 مئی 1991ء
دار بنی ہاشم ملتان

افکارِ احرار

تبلیغ اور مبلّغ

مذہب کی تبلیغ جھگڑا نہیں بلکہ قوموں کے حسن اخلاق کا مقابلہ ہے تم نے محبت اور پورے خلوص دل سے دوسروں کو ان کے اپنے فائدے کے لئے بلانا ہے۔ تمہیں تو حسن نیت کا اجر ملے گا جہاں حسن نیت ہو وہاں جھگڑے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ اپنے اخلاق عمدہ بنا کر دوسروں کو حسن اخلاق کی دعوت دینا ہے پس پہلے نمازں سے خدائی امداد حاصل کرو پھر محبت کی زبان سے مخلوق خدا کو بلاؤ۔ خدمت اور قربانی سے دوسروں کا دل جیتنے کی کوشش کرو اپنے ایسے عمل میں اضافہ کرو جس سے مسلمانوں کی نیک سیرت قائم ہو اور ایسے اخلاق سے بچو جن سے قومیں رسوا ہوتی ہیں۔

کیا تم نے خود محسوس نہیں کیا کہ ہمارے برے اخلاق دنیا کو اسلام سے نفرت دلا رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم نور ہی نور ہے۔ یہ مذہب قومی اور شخصی انصاف کا تقاضا کرتا ہے۔ ظلم اور برائی سے نفرت دلاتا ہے ہمیں ضرور اس کا مبلغ بننا ہے اپنے عمل کو انصاف کے ترازو پر تول کر اس کا پورا جائزہ لینا ہے۔ ہر قسم کی ناانصافی سے توبہ کرنا ہے بلکہ دوسروں کی غلطیاں معاف کر کے ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کا عہد باندھنا ہے۔ فریب اور ظلم سے دین نہیں پھیلتا بلکہ شرارت پھیلتی ہے۔ دنیا میں انصاف پھیلاؤ، رحم اور محبت کے ذریعہ دوسروں کے دل میں گھر کرو۔ جس کام کو تم رحم اور محبت کی بنا پر نہ کرو گے اس سے دنیا میں فساد پھیلے گا۔ قرآن بار بار لاتفسدوا فی الارض۔ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ کا تقاضا کرتا ہے۔ تبلیغ دین میں اشتعال انگیز حالات پیدا کرنا دنیا کو اپنے مذہب سے نفرت دلانا ہے۔ اچھا عمل، میٹھی زبان اور عقل سے اپیل تبلیغ کے لئے نہایت اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ اگرچہ عقل بڑی چیز ہے مگر اشاعت مذہب میں اس کا درجہ آخری ہے۔ دنیا پہلے تمہارے عمل کو دیکھے گی پھر جس زبان سے بات کرو گے اس کی شیرینی کو دیکھے گی پھر کہیں اس کو عقل سے پرکھے گی۔ اس لئے مبلغ کے دل میں مخلوق خدا کی جتنی محبت ہو گی اسی اندازے سے زبان میں مٹھاس پیدا ہو گی اور تبلیغ دین کا راستہ صاف ہو گا۔

مفکر احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ

پیام۔ احرار تبلیغ کانفرنس دہلی

اپریل 1941ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رجسٹرڈ نمبر، ایل ۸۷۵۵

ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۱۱ھ
جون ۱۹۹۱ء
جلد ۲ ● شمارہ ۶

رئیس التحریر: ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری
مدیر: سید محمد کفیل بخاری

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ
مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہٗ
مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

رُفقاءِ فکر

- سید عطاء المؤمن بخاری
- سید عطاء المہیمن بخاری
- سید عبدالمجیب بخاری
- سید محمد ذوالکفل بخاری
- سید محمد ارشد بخاری
- سید خالد مسعود گیلانی
- عبداللطیف خالد ● اختر جنجوعہ
- عمر فاروق عمر ● خادم حسین
- قمر الحسنین ● بدر منیر احرار

زرِ معاونت اندرونِ ملک

فی پرچہ: ۶/= روپے
سالانہ: ۶۰/= روپے

بیرونِ ملک
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت، بنگلہ دیش، انڈیا، امریکہ، برطانیہ، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، برما، نائیجیریا، جنوبی افریقہ، شمالی افریقہ ۳۰۰/ روپے سالانہ پاکستانی

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلسِ احرارِ اسلام

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان (پاکستان) فون: ۷۲۸۱۳

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، پرنٹر: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز پرانی غلہ منڈی ملتان مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

آئینہ

دل کی بات	مُدیر	۳
مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کا اہم اجلاس	(ادارہ)	۵
سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا	مولانا عبدالحق چوہان مدظلہ	۸
تاثرات	مولانا عبدالکریم صابر مدظلہ	۱۴
حجاج بن یوسف	شاہ بلیغ الدین	۱۵
اعلانِ حق (نظم)	شورش کاشمیری	۱۸
امامت و خلافت	حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ	۱۹
آدھا تیتر آدھا بیٹر	بنیاد پرست عبدالواحد بیگ	۲۷
تفسیر اور مفسر	پروفیسر محمد امین	۲۹
سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	ابو مغیرہ عبدالرحیم نیاز	۳۳
زبان میری ہے بات اُن کی	خادم حسین شیخ	۳۵
اسوۃ الاکابر لھدایۃ الاصاغر	مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ	۳۸
قاضی مظہر چک والی اور سبائی ٹولہ	مولانا قاضی محمد شمس الدین مدظلہ	۴۴
سیاسی یتیم خانہ	مجید لاہوری	۵۴
حلقۂ احباب	قارئین	۵۶

دل کی بات

مملکتِ خداداد پاکستان میں امریکی سامراج کے عمل دخل میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ رچرڈ رکی کے ملک بھر میں دورے اور مسٹر اوکلے کی برق رفتار سرگرمیاں یقیناً کسی بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہیں۔ رچرڈ رکی مختلف شہروں میں "کمی ایرانی سرکس" کی طرح گھوم رہے ہیں اور جن لوگوں سے مل رہے ہیں وہ اس سرکس کا اہم کردار ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق رچرڈ رکی ۲۶ مئی کو اس وقت ربوہ پہنچے جب مرزائیوں کا بجٹ اجلاس ہونے والا تھا۔ اُنہوں نے ربوہ شہر کا دورہ کیا اور مرزائیوں کے گیسٹ ہاؤس میں قیام کیا۔ سرکاری ایجنسیوں کو گیسٹ ہاؤس میں داخلے سے روک دیا گیا۔ اُنہوں نے بند کمرے میں پانچ گھنٹے تک مرزائیوں کے ساتھ خفیہ مذاکرات کئے۔ اس دوران مسلح مرزائی ربوہ شہر میں گھومتے رہے۔ بعد ازاں وہ چنیوٹ چلے آئے اور تاریخی مقامات کی سیر کی۔" (نوائے وقت ملتان ۲۸ مئی ۱۹۹۱ء۔ صفحہ آخر)

۰ آخر وہ کون سے مشترکہ مفادات ہیں جو اُنہیں کھینچ کر ربوہ لے گئے۔ دل کی بات تو یہ ہے کہ اسلام دشمنی ہی امریکہ اور قادیانیوں کی قدرِ مشترک ہے۔ مفکرِ ملت حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ نے درست فرمایا تھا۔" قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔ امتناعِ قادیانیت آرڈی ننس کی موجودگی میں قادیانی مسلمانوں میں کھلم کھلا ارتداد کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ بعض علاقوں میں سادہ لوح مسلمانوں کی معاشی مجبوریوں سے فائدہ اُٹھا کر انہیں مرتد کر رہے ہیں اگر آرڈی ننس پر مؤثر عملدرآمد ہوتا تو یہ صورتِ حال پیش نہ آتی اور نہ ہی قادیانیوں کی طرف سے قانون شکنی اور باغیانہ روش کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ انہوں نے جس طرح اس آرڈی ننس کا مذاق اڑایا ہے وہ حکمرانوں کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ ہے۔

فی الحقیقت پاکستان میں امریکی سفارتکار وائسرائے کا کردار ادا کر رہے ہیں، حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف دونوں کو اپنی سرپرستی میں لے کر چل رہے ہیں۔ پاکستان کے اندرونی معاملات میں امریکی مداخلت کے سامنے اربابِ حکومت مکمل مطیع و فرمانبردار دکھائی دیتے ہیں، ان کی برخورداری اور خوشامد کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ :

؎ جسیت نام تھا جس کا ، گئی لیگ کے گھر سے

وزیراعظم نواز شریف بعض اوقات جب اخبارات کے ذریعہ امریکی دباؤ کو قبول نہ کرنے کی "بڑھک" لگاتے ہیں تو اُن کی اِس بچکانہ حرکت پر ہنسی آتی ہے۔ موجودہ حکمران اور اُن کے شریکِ اقتدار ہمنوا جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہماری توقعات کے برعکس نہیں، لیکن افسوس ہوتا ہے کہ اُن کے اِس طرزِ عمل سے معاشرے میں بے حسی کو پروان چڑھا رہے ہیں، اور قومی غیرت کے منافی کردار کی حوصلہ افزائی سے مزاحمت کی بجائے مفاہمت کا جذبہ اُبھارا جا رہا ہے۔

نوشہرہ میں اسلحہ کے ڈپو میں آگ لگنے سے جو تباہی پھیلی ہے اس نے جونیجو حکومت میں پیش آنے والے سانحہ اوجڑی کیمپ کے زخم تازہ کر دیئے ہیں۔ اگر اوجڑی کیمپ کے سانحہ کے ذمہ دار افراد کو بے نقاب کر کے عبرتناک سزا دے دی جاتی تو آج نوشہرہ میں اس سانحہ کا اعادہ نہ ہوتا۔ یقیناً یہ تخریب کاری بین الاقوامی سازشوں کا حصہ ہے لیکن یہ کام ایسے دفاعی اور حساس مقامات پر موجود کسی قومی غدار کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں حالات گواہی دے رہے ہیں کہ امریکہ اُن تمام قوتوں کو توڑ پھوڑ دے گا جو کسی بھی ملک میں کسی بھی وقت اُس کے راستے میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔

پاکستان، بھارت، افغانستان اور کشمیر امریکی سازشوں کی زبردست لپیٹ میں ہیں۔ سانحہ اوجڑی کیمپ، ضیاء الحق کی شہادت، افغان مجاہدین کی حکومت کے قیام کی مخالفت، راجیو کا قتل، نوشہرہ کا سانحہ اور کشمیر کا بحران نیو ورلڈ آرڈر کا ہی حصہ ہیں۔ سانحہ نوشہرہ پر پوری قوم سوگوار ہے۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ اِس سانحہ کے مجرم بھی بے نقاب نہیں ہوں گے۔ حکمرانوں کی بزدلی اور نام نہاد مصلحتوں نے ماحول پر ایک خوفناک سکوت طاری کر دیا ہے جس کے نتائج ملک و قوم کے حق میں بہتر نہیں ہو سکتے۔ ایسے سانحوں کی روک تھام کے لئے بہرحال انتہائی مؤثر دفاعی اقدامات کی ضرورت ہے۔

بالآخر سرکاری شریعت بل سینٹ سے بھی منظور ہو گیا۔ جس شریعت کے حق میں اوکلے اور رچرڈ بکی رطب اللسان ہوں۔ لادین عناصر برساتی مینڈکوں کی طرح ٹرٹرا رہے ہوں اور علماء نالاں ہوں وہ کیا گل کھلائے گی۔ یہ کیسی شریعت ہے جس کی بارش کا پہلا قطرہ عابدہ حسین کو اپنے حبالۂ مشاورت میں لئے نمودار

ہوا ہے۔ جس میں سودی نظام کو تحفظ دیکر اللہ سے بغاوت اور اعلانِ جنگ کیا گیا ہے۔ جس کی موجودگی میں پی ٹی این اور سی این این کے ذریعہ عریانی و فحاشی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ جس کی دفعہ تین میں "انکل بش" کو یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ قرآن و سنت ملک کا سپریم لاء ہوگا۔ مگر ریاستی نظام کا موجودہ ڈھانچہ متاثر نہیں ہوگا۔

موجودہ حکمرانوں نے شریعت کو بازیچۂ اطفال بنا دیا ہے۔ اسلام کا نام لے کر اسلام کے ساتھ اس سے بڑا سنگین مذاق آج تک نہیں ہوا۔ کیا اسی شریعت کے نفاذ کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

حکمران اپنی "جمہوریت زدگی" کا شوق مزدور پورا کریں اور ذلت کی حد تک "لبرل" ہو کر منافقت کی انتہائیوں کو چھو لیں۔ مگر یاد رکھیں کہ شوق کی عمر یا بڑی مختصر ہوتی ہے۔ اُن کی حکومت بھی "ریموٹ کنٹرول" نظام سے منسلک ہے۔ اس سے پہلے کہ قوم انہیں بھی اپنی نفرت کی آگ میں جھلسا دے وہ اپنے قومی کردار اور منصب کے تقاضوں کو پورا کریں۔ سچے مسلمان ہیں تو شریعتِ محمدیہ کو نافذ کریں۔ اور دین سے مذاق بند کریں۔

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!

یاد رکھئے! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد!
ھم اگر اُن کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،

فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ——؟

ملتان (نمائندہ خصوصی)

سرکاری سرپرستی میں میڈیا [illegible] کی بالادستی قائم کی گئی ہے

پاکستان کے اندرونی معاملات میں امریکہ و یورپ کی مداخلت قومی خودمختاری کو کھلا چیلنج ہے

۲۱ جون کو احرار کارکن ملک بھر میں عریانی و فحاشی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کریں گے

گرانی و بے روزگاری نے غریب عوام کی معاشی حالت کو ابتر کر دیا ہے

مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس سے سید عطاء المومن بخاری کا خطاب

مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس مرکزی امیر محترم محمد حسن چغتائی مدظلہ کی صدارت میں ۳۰، ۳۱ مئی کو دار بنی ہاشم ملتان میں منعقد ہوا۔ معزز ارکان نے جماعت کی سابقہ کارکردگی کا جائزہ لیا اور آئندہ لائحہ عمل کے لئے منصوبہ بندی بھی کی۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری نے معزز ارکان سے اپنے مفصل خطاب میں کہا کہ مجلس احرار اسلام شروع دن سے سیاست میں انفرادیت کی حامل رہی ہے۔ احرار نے کبھی مروجہ سیاست نہیں کی۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے وقتی ضرورتوں اور مصلحتوں پر اصولوں کو کبھی قربان نہیں کیا۔ اکابر احرار نے برصغیر کی سیاست کو نیا آہنگ دیا۔ اعتقادات و نظریات کا تحفظ ہماری سیاسی جنگ کا محور رہے ہیں۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والی سیاست سے احرار نے ہمیشہ نفرت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری بقاء اسی میں ہے کہ ہم استقامت کے ساتھ اپنے اکابر کے راستہ پر چلتے رہیں۔ انہوں نے ملکی سیاست میں تشدد کے رجحانات کی شدید مذمت کی۔ انہوں نے ملک میں بڑھتی ہوئی عریانی و فحاشی پر شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ملک مغربی تہذیب کی خوفناک یلغار کی لپیٹ میں ہے۔ اور یہی طاقتیں تہذیبی و ثقافتی انقلاب کے ذریعے ہم سے ہمارا ورثہ چھیننا چاہتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ سے جو کچھ پیش کیا جارہا ہے۔ اسے حکومتی سرپرستی حاصل ہے۔ من حیث المجموع قوم کے اخلاق و کردار کو تباہ و برباد کیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری منزل پاکستان میں حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔ جس کے لئے ہمیں اخلاص کے ساتھ سر توڑ جدوجہد کرنا ہوگی۔ اجلاس میں جماعت کی رکنیت سازی مہم کو تیز تر کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور تمام ماتحت شاخوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ۱۵ محرم تک رکنیت سازی مکمل کرلیں جس کے بعد نئے مرکزی انتخابات عمل میں لائے جائیں گے۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ ۲۱ جون کو تمام ماتحت شاخیں ملک بھر میں عریانی و فحاشی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کریں گی۔ ۳۱ مئی کو آخری اجلاس میں درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ ہم ملک کے داخلی معاملات میں امریکی مداخلت کی شدید مذمت کرتے ہیں مسٹر اوکلے اور رچرڈ ملکی کی غیر

معمولی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں رچرڈ ٹکی کے دورہ ربوہ اور مرزائیوں سے ساز باز کے ذریعہ ملک کی دینی قوتوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبہ کی شدید مذمت کرتے ہیں

۲- پاکستان کی اکثریتی آبادی اہل سنت والجماعت کے مسلک کی حامل ہے اس لئے اہل سنت والجماعت کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے ملک کو سنی سٹیٹ قرار دیا جائے۔

۳- یہ اجلاس پاکستان کے اندرونی معاملات میں ہمسایہ ملک ایران کی بے جا مداخلت کی شدید مذمت کرتا ہے۔ ایران، پاکستان میں اپنے ہم مسلک اقلیتی گروہ شیعوں کی مکمل پشت پناہی کررہا ہے۔ خانۂ فرہنگ ایران پاکستان میں تخریب کاری کے اڈے ہیں یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ملک بھر میں موجود خانہ فرہنگ ایران سربمہر کئے جائیں اور ان کی طرف سے شائع ہونے والا صحابہ دشمنی پر مبنی تمام لٹریچر ضبط کیا جائے

۴- یہ اجلاس موجودہ سرکاری شریعت بل کو علماء کی پیش کردہ متفقہ پرائیوٹ شریعت بل کے مقابلے میں ناقص قرار دیتا ہے۔ اس میں احکام شریعت کو انسانی خواہشوں کے تابع کردیا گیا ہے۔ اور انسانوں کے بنائے ہوئے ناقص اور غیر فطری قوانین کو اللہ کے قوانین پر بالادستی دے دی گئی ہے۔

۵- موجودہ حکومت عریانی و فحاشی کو ٹیلیویژن کے خلاف تہذیب اور خلاف شریعت پروگراموں کے ذریعے تقویت دے رہی ہے۔ اور اب پی۔ ٹی۔ این اور سی۔ این۔ این کے ذریعے فواحش و منکرات کو مزید فروغ دیا جارہا ہے۔ یہ اجلاس اس ثقافتی یلغار کی شدید مذمت کرتے ہوئے حکومت کے غیر اسلامی رویے پر احتجاج کرتا ہے۔

۶- ملک میں بڑھتی ہوئی کمر توڑ مہنگائی نے غریب عوام کی قوت خرید کو شدید متاثر کیا ہے۔ اور ان کی معاشی حالت کو مزید مفلوج کردیا ہے۔ یہ اجلاس اس خوف ناک گرانی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ بنیادی اشیاء صرف کی قیمتوں میں کمی کی جائے خصوصاً گندم کے نرخ میں کمی کی جائے۔

اجلاس سے مولانا محمد اسحاق سلیمی، ابوسفیان تائب، مولانا اللہ یار ارشد، مولانا محمد مغیرہ، عبداللطیف خالد چیمہ، ظفر اقبال ایڈووکیٹ، سید کفیل بخاری، مرزا عبدالقیوم بیگ، چوہدری گلزار احمد، سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ اور دیگر ارکان نے بھی خطاب کیا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کی اہم پیشکش

● عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ مرزائیت کے سلسلہ کی اہم کتابیں ● جن کی اشاعت سے قادیانی ایوان لرز اٹھے
● کفر و ارتداد اور بے دینی کے اس معاشرے میں ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

● مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں (مولانا مفتی محمد حسن سندھی) ۱۸/ روپے ● قادیان سے اسرائیل تک جناب ابو مدثرہ ۴۰/ روپے
● قادیانیوں کو دعوت حق (مولانا محمد عبداللہ) ۲۵/ روپے ● تائید آسمانی در رد نشان آسمانی مولانا محمد جعفر تھانیسری ۵/ روپے
● اسلام اور مرزائیت (تقابلی مطالعہ) مولانا محمد عبداللہ ۱۲/ روپے ● ردِ قادیانیت پر دس کتابچے ۱۰/ روپے

خصوصی رعایت
● کوئی ایک کتاب منگوانے پر ۲۰٪ رعایت ● مکمل سیٹ منگوانے پر ۳۳٪ رعایت اور ● ۱۰۰۰/ روپے کی کتب منگوانے پر ۴۰٪ رعایت اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت ایک سال کے لئے مفت جاری کیا جائے گا۔

نوٹ: رقم پیشگی ارسال کریں۔ کتاب رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کی جائے گی۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون ۴۲۸۱۳

مولانا محمد عبدالحق چوہان مدظلہ

ام المومنین سیدہ
ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان سلام اللہ علیہا ورضوانہ

سیدہ ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر ہیں انکی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ ہے جو کہ حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ سیدہ ام حبیبہ پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، عبید اللہ بن جحش وہ شخص ہے جو کہ اسلام سے پہلے قریش کے دینِ جاہلیت میں متردد تھا اور اس کو یہ تلاش تھی کہ کسی طریقہ سے دینِ ابراہیم کی حقیقی تعلیم معلوم ہو جائے چنانچہ سیر و تاریخ کی کتب میں ہے ایک دفعہ قریش اپنی ایک عید کی تقریب میں ایک بت کے سامنے اس کی تعظیم کے لئے اکٹھے ہوئے۔ اور اس کو نذرانہ پیش کرنے کے لئے جانور ذبح کئے اور اس کا طواف کیا، لیکن اس مذہبی اجتماع میں ان چار افراد نے شرکت نہ کی ورقہ بن نوفل، عبید اللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث۔ زید بن عمرو بن نوفل ـــــ اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دین ابراہیم کی حقیقت معلوم کرو، کیونکہ ہماری قوم تو گمراہ ہو گئی کیونکہ یہ لوگ ایسے پتھر کے سامنے سجدہ ریز اور اس کے طواف میں مصروف ہیں جو کہ نہ کسی کی بات سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی نفع اور نقصان دینے پر اس کو قدرت ہے۔

ما حجر نطیف بہ لا یسمع ولا یبصر ولا یضر ولا ینفع یا قوم التمسوا لانفسکم دیناً فانکم واللہ ما انتم علی شی فتفرقوا فی البلدان یلتمسون الحنفیۃ

یہ کیا پتھر ہے، جس کا ہم طواف کرتے ہیں نہ وہ ہماری بات سن سکتا ہے نہ ہمیں دیکھ سکتا ہے نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے۔ اے قوم اپنی ذات کے لئے حقیقی دین تلاش کرو۔ لاریب قسم

دین ابراهیم۔ فاما ورقتہ بن نوفل فاستحکم فی النصرانیتہ واتبع الکتب من اهلها حتی علم علماً من اهل الکتاب۔ واما عبید الله بن جحش فاقام علی ماهو علیه من الالتباس حتی اسلم ثم هاجر مع المسلمین الی الحبشة ومعه امرأته ام حبیبه بنت ابی سُفیان مسلمۃً فلما قدمها تنصر وفارق الاسلام حتی هلک هناک نصرانیا"

{ ابن هشام
صـ ۲۲۳ ج ۱ }

بخدا تم حقیقی دین پر بالکل نہیں ہو۔ پس یہ لوگ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی دینِ حنیف کی تلاش میں شہروں میں چلے گئے۔ ورقہ بن نوفل نے تو نصرانیت اختیار کر کے اس پر مستحکم ہو گیا اور اس نے نصاریٰ سے اُنکی کتب تلاش کر کے اہلِ کتاب کی تعلیم حاصل کر لی اور عبیداللہ بن جحش اسی تردد میں تھا (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوۃ کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہو کر قوم کو اسلام کی دعوۃ دی] تو عبیداللہ مسلمان ہو گیا اس کے بعد اس نے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اسکی زوجہ محترمہ سیدہ ام حبیبہ نے بھی مسلمان ہو کر اس کے ساتھ ہجرت اختیار کی جب وہ حبشہ میں آیا تو اسلام چھوڑ کر نصرانیت قبول کر لی اور اسی حالت میں وہ وہیں مرگیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بی بی ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دے۔ چنانچہ نجاشی نے یہ پیغام اپنی ایک لونڈی کے ذریعہ حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا جب نجاشی کی لونڈی نے بی بی اُم حبیبہ کو یہ بشارت دی تو انہوں نے چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں اس کو عنایت کیں اور اپنی طرف سے حضرۃ خالد بن سعید بن عاص کو وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے عقدِ نکاح کے لئے ایک مجلس منعقد کی جس میں حضرۃ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرینِ حبشہ نے شرکت کی اور نجاشی نے یہ خُطبہ پڑھا:

الحمد لله الملک القدوس ـــــ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔

السلام المؤمن المهيمن العزيز
الجبار - اشهد ان لا اله الا
الله و ان محمداً عبده ورسوله
ارسله بالهدى ودين
الحق ليظهره على
الدين كله ولو كره
المشركون
اما بعد فقد
اجبت الى مادعى
اليه رسول الله صلى الله
عليه وسلم وقد اصدقتها
اربع مأة اربعمأة دينار

جو بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے امن دینے
والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے زبردست ہے
اور خرابی کو درست کرنے والا ہے۔ اور میں
گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اس کے بندے اور رسول ہیں جس نے اپنے
پیغمبر کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ
اس دین کو تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ
مشرکوں کو کیسا ہی گراں گزرے۔
میں نے اس فرمان کی تعمیل کی ہے جس کے متعلق
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہے اور میں
نے چار سو دینار حضرۃ ام حبیبہ کو حق میں دیئے ہیں

اس کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اُٹھے جو کہ حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے وکیل تھے اور اُنہوں نے یہ خطبہ پڑھا:

الحمد لله احمده واستعينه
واستغفر الله واشهد ان لا اله
الا الله وحده لا شريك له
واشهد ان محمداً عبده
ورسوله ارسله بالهدى و
دين الحق ليظهره على الدين
كله ولو كره المشركون
اما بعد فقد اجبت الى مادعى
رسول الله صلى الله عليه وسلم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، میں اس
کی حمد بیان کرتا ہوں، اس سے مدد مانگتا ہوں
اور اس سے معفرۃ کا طلبگار رہوں اور گواہی
دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
معبود نہیں وہی اکیلا ہے اس کا کوئی شریک
نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے
رسول ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور سچا دین
دے کر مبعوث کیا ہے تاکہ اس دین کو تمام ادیان

وزوجته ام حبيبة بنت	پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو کیسا ہی گراں گزرے
ابی سفیان فبارک	میں نے اس فرمان کی تکمیل کی جس کے
الله لرسول الله صلى الله	متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا۔ اور میں
عليه وسلم ــــ	نے آپ سے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح کر
.. ..	دیا ہے خدائے قدوس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
.. ..	کے لئے یہ نکاح باعثِ برکت بنائے۔

اس کے بعد نجاشی نے حق مہر کے دنانیر کو حضرۃ خالد بن سعید کے حوالہ کر دیا جب لوگ اُٹھنے لگے تو نجاشی نے کہا ابھی نہ اُٹھو کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی سُنت ہے کہ نکاح کی مجلس میں طعام کھایا جائے۔ چنانچہ اس نے طعام طلب کیا۔ سب لوگوں نے طعام کھایا پھر مجلس برخاست ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ نجاشی نے چار ہزار دینار حق مہر میں دیئے۔ جب دنانیر حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان میں سے پچاس مثقال نجاشی کی اس لونڈی کی طرف بھیجے جس کو نجاشی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا پیغام دے کر سیّدہ ام حبیبہ کی خدمت میں بھیجا تھا اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ پہلے دن میں نے بشارت کے لائق تجھے ہدیہ نہیں دیا تھا اسلئے یہ قبول کر لو۔ لیکن اس لونڈی نے معذرت کے ساتھ یہ تحائف واپس کر دیئے کہ بادشاہ نے مجھے منع کیا ہے۔

نجاشی کی عورتوں کی طرف سے آپ کو عود زعفران اور عنبر وغیرہ کا تحفہ پیش کیا گیا۔

جب حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو ان تحائف کو آپکی خدمت میں پیش کیا۔ حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے پیغام نکاح آنے سے قبل میں نے ایک خواب دیکھا کوئی شخص مجھے یا ام حبیبہ یا ام المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ مجھے اسی وقت اس خواب کی یہ تعبیر سمجھ میں آئی کہ عنقریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ نکاح کریں گے چنانچہ کئی دنوں کے بعد میرے خواب کی تعبیر سچی ہو گئی۔

علامہ ابو محمد عبد الملک بن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۲۱۸ھ نے اپنی مشہور اور متداول تالیف "سیرۃ ابن ہشام" میں سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے؛

واسمها رملة بنت ابی سفیان	سیّدہ ام حبیبہ ان کا اسم گرامی رملہ بنت

بن حرب۔ زوجه اياها خالد بن سعيد بن العاص۔ وهما بارض الحبشة واصدقها النجاشي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اربع مئة دينار وهو الذي خطبها على رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ وكانت قبله عند عبيد الله بن جحش الاسدی۔

(سیرۃ ابن ہشام ص ۶۴۵ ج ۲)

ابی سفیان بن حرب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح حضرۃ خالد بن سعید بن العاص نے کیا۔ اور اس وقت یہ دونوں حبشہ میں مقیم تھے۔ اور شاہِ حبشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو حق مہر ادا کیا اور وہ چار سو دینار تھے اور اسی شاہِ حبشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔ اور یہ پہلے عبید اللہ بن جحش اسدی کے حبالۂ نکاح میں تھیں۔

حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اور عظمت اس قدر تھی کہ ان کا والد ابوسفیان جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ معاہدۂ صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ منورہ آیا تو حضرۃ ام حبیبہ کے حجرہ میں جب وہ ایک بستر پر بیٹھنے لگا تو حضرۃ ام حبیبہ نے وہ بستر لپیٹ لیا تو ابوسفیان نے کہا اے بیٹی میں نہیں جانتا کہ اس بستر کو تُو نے میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا۔ حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم اس بستر کے لائق نہیں ہو اس لئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تو مشرک پلید ہے مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھے۔

فلما ذهب ليجلس على فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم طوته عنه۔ فقال يا بنية ما ادري ارغبت بي عن هذا الفراش ام رغبت به عني؟ قالت بل هو فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم وانت رجل مشرك نجس ولم احب ان تجلس

جب ابوسفیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا تو سیدہ ام حبیبہ نے وہ بستر لپیٹ لیا اس پر ابوسفیان نے کہا اے میری بیٹی میں نہیں جانتا کہ اس بستر کو تو نے میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے تو مشرک

علی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلید ہے مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھے۔

[سیرۃ ابن ہشام صـ ۳۹۶ ج ۲]

حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا احکام اسلام کی اس قدر پابند تھیں کہ جب ان کے والد سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو انہوں نے تیسرے یوم خوشبو استعمال کی اور ساتھ ہی یہ فرمایا:

قسم بخدا مجھے اس وقت خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں مگر یہ بات ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عورت جو کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ غم کا اظہار کرے مگر اپنے خاوند کے لئے، اس لئے کہ چار ماہ دس دن اسکی عدۃ ہے۔

سنہ ۴۴ھ کو حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انکی وفات ہوئی۔ جب انکی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرۃ عائشہ اور حضرۃ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ ایک خاوند کی بیویاں ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے جو چشمک رہتی ہے اسکی وجہ سے تمہارے حق میں مجھ سے اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دیں۔ آپ کی ان بہنوں نے کہلا بھیجا کہ ہم نے آپ کو سب کچھ معاف کر دیا اور آپ بھی ہمیں معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں خدا خوش رکھے، مجھے تم نے خوش کر دیا۔

حضرۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔ ایک روایۃ میں ہے کہ آپ اپنے محترم بھائی امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں مقیم تھیں اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ لیکن راجح روایت یہی ہے کہ مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ سلام اللہ ورضوانہ علیہا

نرخنامہ اشتہارات

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم ۱۰۰۰/- روپے
ٹائیٹل دوسرا اور تیسرا صفحہ ۸۰۰/- روپے
عام صفحہ (سالم) ۳۰۰/- روپے
" " (۱/۲) = ۲۵۰/- روپے
" " (۱/۴) = ۱۲۵/- روپے

مستقل معاونین کے لیے خصوصی رعایت ہوگی

نقیب ختم نبوت

الحاج عبدالکریم صابرؔ - ڈیرہ اسمٰعیل خان

تاثرات

ہے عالمِ اسلام مصیبت میں گرفتار
اے سیّدِ ابرار
باہم ہوئے اِک دُوسرے کے درپئے آزار
اے سیّدِ ابرار

نے اُنس و محبت ہے، نہ اخلاص و مروّت
باقی نہ اخوّت
ہر بات پہ آپس میں ہیں کرنے لگے تکرار
اے سیّدِ ابرار

دھوکہ ہے شرارت ہے رعونت ہے دغا ہے
گھر گھر یہ وبا ہے
اپنوں کی ہے گردن پہ رواں اپنوں کی تلوار
اے سیّدِ ابرار

ہر روز نیا فتنہ ہے، ہر روز عداوت!
دن رات بغاوت
افسوس کہ یہ آج کے مُسلم کا ہے کردار
اے سیّدِ ابرار

درپیش حوادث ہیں تو ہر لحظہ ہیں ڈاکے
ہر آن دھماکے
یہ لوگ ہیں کیا خالقِ اکبر کے پرستار
اے سیّدِ ابرار

حالات کی رفتار سے ہوتا ہے یہ معلوم
دُنیا نہ ہو معدوم
اب عین قیامت کے نظر آتے ہیں آثار
اے سیّدِ ابرار

دعوت جو دیئے جاتے ہیں یہ قہرِ خدا کو
ہر رنج و بلا کو
ہر ایک نصیحت ہوئی ان کے لئے بیکار
اے سیّدِ ابرار

ہے وقت کہ اُمت پہ ہو اِک نظرِ عنایت
اے منبعِ رحمت
ہم آپ کے الطاف و کرم کے ہیں طلب گار
اے سیّدِ ابرار

شاہ بلیغ الدین

حجّاج بن یوسف

عظیم سیاستدان

یہ خط پاکستان کی تاریخ کا سب سے پُرانا خط ہے ۔ یہ تاریخ اسلام کے ایک عظیم مُدبر اور سپہ سالار کا لکھا ہوا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک انقلابی ذہن عطا فرمایا تھا ۔

۲۰ رجب ۹۳ھ کو یہ خط لکھا گیا ۔ یہ اب سے کوئی تیرہ سو برس پہلے کی بات ہے ۔ یہ خط ایک بہت بڑے فاتح کے نام ہے ، جتنا بڑا وہ فاتح تھا ، یہ خط لکھنے والا اس سے بھی بڑا آدمی تھا ۔ خط کا مضمون سُننے اور یاد رکھنے کے قابل ہے ۔ لکھا تھا کہ ـــــ جاننا چاہیئے کہ ہمارے دِلی ارادوں اور ہمّت کا تقاضا یہ ہے کہ تمہیں ہر حال میں کامیابی حاصل ہو اور ان شاء اللہ تم کامیاب اور فتح مند ہوگے ۔ اللہ عزّ وجل کے احسان سے دشمن دنیا کی سزا اور عاقبت کے عذاب میں ہمیشہ گرفتار اور مغلوب رہے گا ۔ کیونکہ اس نے ظلم کیا ہے ۔

تمہیں بُھول کر بھی یہ خیال دِل میں نہ لانا چاہیئے کہ ـــــ ہاتھی ، گھوڑے ، دولت اور دشمنوں کا تمام مال و اسباب تمہاری ملکیت ہو جائے گا ۔ بلکہ یہ تو سب اسلام کے خزانے میں جمع ہوگا ۔ تم اپنے ساتھی مجاہدوں کے ساتھ محبّت اور شفقّت سے رہو گے اور ہر ایک کے ساتھ احترام اور حُسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ گے ! انہیں یہ یقین دِلاؤ کہ ـــــ یہ ملک ان کا ہوگا ۔ جب تم کوئی قلعہ فتح کرو تو اس میں سے لشکر کی ضرورت کی جو چیز بھی تمہارے ہاتھ آئے وہ لشکر پر خرچ کرو ، فوجیوں کے لئے کھانے پینے کی حلال چیزوں میں کوئی روک ٹوک نہ ہونی چاہیئے ۔ بازار میں بکنے والی چیزوں کے نرخ مقرر کرو تاکہ تمہارے کیمپ میں غلّہ سستا ملے ۔ جو کچھ دیبل میں ملا ہے اسے فوج کے لئے رسد حاصل کرنے پر خرچ کرو ۔ بجائے اس کے کہ وہ دیبل میں ذخیرے کی صورت میں پڑا رہے ، جب تم ملک فتح کر چکو اور قلعوں کو مضبوط کر لو تو اس کی کوشش کرو کہ وہاں کے لوگ مطمئن زندگی بسر کریں ۔

جو علاقہ فتح ہو جائے وہاں کے لوگوں کو اپنے سے قریب کرو۔ ان سے اس درجہ محبت کا برتاؤ کرو کہ ان کے دل تمہاری مٹھی میں آ جائیں تاکہ غیر مسلم کسان، کاریگر، تاجر خوشحال ہوں اور امن و سکون سے زندگی بسر کر سکیں، اور ملک سرسبز و شاداب رہے ـــــ خط میں کہیں لوٹ کھسوٹ، ظلم و ستم اور بے وجہ خون خرابے کی تعلیم نہیں نہ ذاتی اقتدار اور شان و شوکت کی بات ہے۔ ہارنے والوں کی زندگیوں ہی کو امان نہیں بلکہ اسلام کے احکام کے مطابق انہیں کھانے کمانے کی کھلی چھوٹ اور پوری پوری مذہبی آزادی کا یقین دلایا گیا ہے۔ اسلامی مملکت میں اقلیت بڑے مراعات کی مالک ہوتی ہے اور مملکت کی فلاحی اصلاحات سے برابر کا فائدہ اٹھاتی ہے۔

اسلام میں جہاد، عبادت ہے۔ لوٹ اور غارت گری، حرام کاری اور غلط روی کی یہاں اجازت نہیں جہاد کا مقصد نوعِ انسانی کو شر و فساد سے بچانا ہے۔ اسی لئے جہاد ہمیشہ نظریات کے خلاف ہوتا ہے۔ لوگوں کے خلاف نہیں ہوتا۔ اسلام ایسے نظام یا ایسی مملکتوں سے جہاد کرتا ہے جو اقتدار کے جنگل میں انسانیت کا گلہ دبوچنے میں لگی رہتی ہیں اور آدمی کو توہمات ہی کا غلام نہیں رکھنا چاہتیں بلکہ آدمی کو آدمی کا غلام بھی رکھنا چاہتی ہیں۔ اسلام انسان کو کئی خداؤں کی بندگی سے نجات دلا کر اللہ کی بڑائی اور اس کے اقتدار کا پرچم بلند کرتا ہے جو ہر کالے گورے مالدار غریب، عورت اور مرد کو آزادی، مساوات، اخوت، محبت، خوشحالی، روحانی قوت اور اخلاقی دولت سے سرفراز فرماتا ہے ـــــ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ ترقی پسند اور سائنٹیفک مذہب ہے۔ اقلیتیں اس کے دامن میں ہمیشہ سکھ چین کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ پاکستان اس روایت کا امین ہے لیکن مسلمان جہاں اقلیت میں ہیں چاہے انکی تعداد کروڑوں ہی میں کیوں نہ ہو وہاں انکا خون پانی کی طرح بہتا ہے اور پھر بھی سیکولرازم کا نام لینے والے پروپیگنڈہ باز دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور کوئی نہیں جو ان سے پوچھے کہ یہ نسل کشی کیسی؟ افسوس اس امر پر ہے کہ ان خونی بھیڑیوں کو سبق سکھانے کے لئے آج عالم اسلام میں کوئی محمد بن قاسم نہیں۔

جو خط آپ نے پڑھا وہ دنیا کے اسی بے مثال اور منصف مزاج فاتح کے نام تھا جو سرزمین سندھ میں فروکش تھا۔ یہ خط لکھنے والا وہ صاحبِ دل اور دردمند مسلمان تھا جو یہ سنتے ہی تڑپ اٹھا تھا کہ چند مسلمان بیبیوں کو دیبل کے بحری لٹیروں نے قید کر لیا ہے۔ انکی عزت اور جان پر بن آئی

ہے۔ مسلمانوں کے خون اور اُمت کی آبرو کا یہ محافظ جس نے کلام اللہ کے الفاظ پر زیر زبر پیش لگوائے تھے کہ انکی صحیح تلاوت ہو سکے، حجاج بن یوسف تھا۔ سبائیوں اور منافقوں نے اسے خوب بدنام کیا۔ اُس کے ظلم کی داستانیں گھڑی گئیں۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا مطبوعہ جامعہ پنجاب کی ساتویں جلد میں اس پر جو مختصر مقالہ ہے اسے پڑھیئے معلوم ہو گا کہ ظلم کے قصے جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ وہ تو اصل میں ایک عظیم سیاستدان اور ماہر نظم ونسق تھا جس نے منافقوں اور اپنے دور کے تخریب کاروں کی کمر توڑ دی تھی۔

اللہ کے رسول کا ارشاد تھا کہ ———— میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا ——— یہ ارشاد سیدنا حضرت حسنؓ کے بارے میں تھا جنہوں نے ۴۱ھ میں برسرِعام خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا اور زمام خلافت سیدنا حضرت معاویہؓ کو تھما دی۔ اسی سال طائف میں بنو ثقیف کے قبیلے اخلاف کے ایک غریب گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ ماں باپ پتھر توڑتے، مٹی ڈھوتے، راج مزدور کا پیشہ کرتے تھے۔ یہی بچہ جوان ہوا تو ۲۸-۲۹ برس کی عمر میں دمشق چلا گیا۔ اللہ نے ایسا ذہن اور ——— غیر معمولی تدبر عطا فرمایا تھا کہ عبدالملک بن مروان نے اسے اپنا سب سے بڑا معین اور مددگار بنا لیا۔ کیونکہ اس نے دو چار سال ہی میں وحدتِ ملی کا ایسا کارنامہ انجام دیا کہ ۷۳ھ کو عام الجماعۃ یعنی سالِ وحدت کہا گیا۔ مسلمانوں کی امارت جو دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی، پھر سے ایک ہو گئی، اور اللہ تعالیٰ نے اس غریب خاندان کے بچے کو وہ عروج دیا کہ وہ ——— نائب السلطنت بن گیا۔ یہ کوئی اور نہیں، حجاج بن یوسف ہی تھا

آپ کے عطیات :

محاسبۂ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے

بذریعہ منی آرڈر : سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک : اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی، ملتان

شورش کاشمیری

اعلانِ حق

قادیانی ملک پر قبضہ جما سکتے نہیں
خواجۂ گیہاںؐ کی اُمت کو جھکا سکتے نہیں

مرزائی سامراجی طاقتوں کے زور پر
ہم مسلمانوں کی غیرت کو مٹا سکتے نہیں

یادگارِ ابنِ ملجم ہے غلام احمد کی پود
ہم کسی عنواں اسے خاطر میں لا سکتے نہیں

ان کا مسلک ریزہ چینی خوانِ استعمار کی
قادیانی اس روش سے باز آ سکتے نہیں

ہارڈنگ تھا قافیہ محمودؔ احمد تھا ردیف
راز ایسا ہے کہ ہم پردہ اُٹھا سکتے نہیں

قادیانی لونڈے مٹوں کو اس چمن کے باغباں
ملتِ بیضا کی محفل میں بِٹھا سکتے نہیں

جو مسلمان کھائے گا شیرازِ ہوٹل میں طعام
ہم اسے قہرِ الٰہی سے بچا سکتے نہیں

اہلِ ربوہ کے خلیفہ کی دسیسہ کاریاں
سرورِ کونین کے پیرو بھلا سکتے نہیں

مفلسانِ دینِ قیم ، کاسہ لیسانِ فرنگ
خواجۂ کون و مکاں کو منہ دکھا سکتے نہیں

حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

(قسط دوم)

امامت و خلافت

خلافت اور امامت شیعہ اور سنّی حضرات کے مابین ایک مابہ النزاع مسئلہ ہے ، اہلِ سُنت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے قائل ہیں جبکہ شیعہ حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف امامت اور ولایت ہے اور اس بارہ میں دنیا میں قیامت تک صرف بارہ امام آئیں گے ۔ چنانچہ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں میں ایک فرقہ اپنے کو " اثنا عشری " کے نام سے موسوم کرتا ہے ، جس کا مطلب ہے " بارہ اماموں کو ماننے والا ۔ "

شیعہ حضرات نے اس مسئلہ کو اتنی اہمیّت دی کہ مسئلہ امامت کو اپنے بنیادی عقائد میں شُمار کرنے لگے ۔ چنانچہ زرارہ [۱] سیّدنا جعفر صادق رضؓ سے روایت کرتے ہیں :

" اسلام کی بُنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے ۔ نماز ، زکوٰۃ ، حج ، روزہ ، اور ولایت یعنی امامت ۔ " (اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۱۸ ، ایران)

پھر ان پانچ چیزوں میں سے جس کو سب سے زیادہ اہمیّت دی گئی ۔ وہ " ولایت " اور " امامت " ہے ۔ چنانچہ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر صادق رضؓ سے پوچھا کہ ان پانچوں اشیاء میں سب سے افضل کون سی چیز ہے ؟ تو اُنہوں نے فرمایا :

---

[۱] زرارہ کا حدود اربعہ یہ ہے کہ وہ شیعہ مذہب کا ایک ستون ہے کیونکہ اس مذہب کی ایک تہائی کے قریب روایات زرارہ سے مروی ہیں ۔ لیکن اس کے بارہ میں سیّدنا جعفر صادق فرماتے ہیں زرارۃ شرّ من الیہود والنصاریٰ ومن قال ان مع اللہ ثالث ثلاثہ علی زرارہ شر ہیں یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ کر ہے اور ان سے بھی بڑھ کر ہے کہ علی رضؓ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیسرا ہے ۔ (رجال کشی صفحہ ۱۰۱)

"الولایۃ افضل۔"

ولایت سب سے افضل ہے۔ (ایضاً)

حالانکہ اسلام کی رو سے وہ پانچ ارکان جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ اُن میں سب سے افضل توحید خداوندی اور نبوت محمدی ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جس کا اقرار کرکے کفر و شرک کی غلاظتوں میں لتھڑا ہوا انسان شکم مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

ولایت و امامت کے اس مسئلہ کو اتنا اہم بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا کہ زمین و آسمان کی مخلوقات حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام سے اس کا اقرار کروایا گیا اور جس نے اس کا اقرار نہ کیا اُس کو سزا دی گئی۔ چنانچہ سیدنا علیؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے میری ولایت کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والوں پر پیش کیا۔ جس نے اُس کا اقرار کیا اُس نے اقرار کیا اور جس نے انکار کیا اُس نے انکار کیا۔ یونس علیہ السلام نے اس کا انکار کیا۔ پس اللہ نے اُنہیں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے بھی اس کا اقرار کر لیا۔

(البصائر الدرجات جلد ۲ صفحہ ۱، ایران)

قرآن وسنت کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو امامت کا یہ مسئلہ جس کو شیعہ صدیوں سے سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں اس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ قرآن کی کسی آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ بلکہ شیعہ حضرات کے آئمہ کے اقوال اس مسئلہ امامت کے خلاف ملتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ سطور میں بیان کیا جائے گا۔

مسئلہ امامت کا مأخذ:

امامت کا جو تصور شیعہ پیش کرتے ہیں۔ وہ اگر اسلامی تعلیمات میں نہیں پایا جاتا تو پھر شیعہ حضرات کے ہاں یہ مسئلہ کہاں سے آیا؟ شیعہ مذہب کی کتابوں اور تواریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مسئلہ یہودیت کے راستہ میں شیعہ ازم میں آیا اور اس کا بانی ایک مسلم نما

یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ اُس نے اسلام کی بے داغ تعلیمات کو داغدار کرنے کے لئے اس مسئلہ کو اسلام میں داخل کیا۔ اس کا اقرار نہ صرف دوسروں نے کیا بلکہ خود شیعہ علماء کو بھی اس کے اعتراف کے سوا کوئی چارہٴ کار نہ تھا اور اُن کے قلم بھی اس روز روشن کی طرح واضح حقیقت کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ مشہور علماء نے واشگاف الفاظ میں اقرار کیا ہے کہ:

"عبداللہ بن سباء پہلا شخص ہے جس نے امامت علیؓ کے مسئلہ کی تشہیر کی۔

(رجال الکشی ص۱۰۱، عراق، تنقیح المقال جلد۲ ص۱۸۴، ایران، فرق الشیعہ ص۱۳، عراق)

پتہ چلا کہ نہ تو قرآن نے اس مسئلہ امامت کو بیان کیا اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو امام ماننے کی وصیت فرمائی بلکہ یہ ساری کارروائی عبداللہ بن سباء کی تھی جس نے اسلام میں رخنہ اندازی اور فتنہ پردازی کے لئے اس مسئلہ کو ایجاد کیا جو کہ اُسے کو وراثتاً یہودیت سے ملا تھا۔

عبداللہ بن سباء کون تھا؟

یہ عبداللہ بن سباء کون تھا؟ تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ ملک یمن کا رہنے والا ایک یہودی تھا۔ سنہ ۲۵ھ میں اُس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا۔ لیکن اندر سے اسلام اور اہلِ اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اُس کے اسلام لانے کی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کرے اور اسلام کے لئے مارِ آستین ثابت ہو اور بانیٴ اسلام اور اہلِ اسلام سے اپنے ان یہودی بھائیوں کا بدلہ لے جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے جلاوطن کیا تھا اور بعد میں فاروق اعظمؓ نے اُن کو عرب کی سرزمین ہی سے ہمیشہ کے لئے ملک بدر کر دیا تھا۔ چنانچہ علّامہ کشی فرماتے ہیں:

"بعض اہلِ علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سباء یہودی تھا۔ وہ اسلام لایا اور سیدنا علیؓ سے محبت کا دعویٰ کرنے لگا۔ وہ اپنی یہودیت کے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کی شان میں غلو کرتا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اپنے اسلام کے زمانہ میں سیّدنا علیؓ کے بارہ میں بھی اسی طرح کی

مبالغہ آمیز باتیں کرتا تھا۔ وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے سیدنا علیؓ کی امامت کی فرضیت کے عقیدہ کو شہرت دی۔ اور اُن کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اُن کے مخالفین (یعنی صحابہ کرامؓ) کی تکفیر کی۔ اور ایسی باتوں کی وجہ سے شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ تشیع اور روافض یہودیت سے ماخوذ ہے۔"

(رجال الکشی ص۱۰۶، عراق)

مشہور شیعہ علماء علامہ مامقانی اور نوبختی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو تنقیح المقال جلد۲ ص۱۸۴، فرق الشیعہ ص۴۳-۴۴)

امامت ــــ خلافِ اسلام نظریہ :

امامت کا مسئلہ اسلام کا حلیہ بگاڑنے کے لئے ایجاد کیا گیا۔ کیونکہ اماموں کی آڑ میں بیٹھ کر جس چیز کو چاہا حلال کر دیا۔ اور جس حلال کو چاہا حرام بنا دیا۔ چنانچہ شیعہ کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی میں مرقوم ہے کہ امام محمد تقی سے شیعوں کے اختلاف کی وجہ دریافت کی گئی تو اُنہوں نے فرمایا کہ ائمہ کو تحلیل تحریم کا اختیار ہے۔ مطلب یہ کہ اماموں نے مختلف فتوے اس وجہ سے دیئے کہ ہر امام جس شئی کو چاہتا حلال کرتا اور جس شئی کو چاہتا حرام کرتا اور اماموں کے مختلف فتوؤں سے ان میں اختلاف پڑا۔ (اصول کافی ص۲۷۸، ہند)

امامت کے معنی :

شیعہ حضرات نے مسئلہ امامت کو ایک عجیب و غریب چیز بنا رکھا ہے۔ اس میں عجیب عجیب معنی پیدا کئے ہیں۔ لہذا سب سے پہلے "امامت" کے معنی واضح کئے جاتے ہیں تاکہ یہ مسئلہ صحیح طور پر ذہن نشین ہو جائے۔

لغت میں امامت کے معنی مطلق پیشوائی اور اقتداء کے ہیں۔ جو شخص کسی بات میں یا کسی کام میں کسی کا پیشوا ہو وہ لغت کی رو سے اس کا امام ہے خواہ وہ اچھے کام میں پیشوا ہو یا بُرے کام میں۔ چنانچہ امام راغب نے لکھا ہے :

"امام وہ ہے جس کی اقتداء اور پیروی کی جائے خواہ انسان ہو جس کے قول و فعل کی اقتدا کی جاتی ہو۔ یا کتاب وغیرہ ہو۔ اور وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پہ ہو یا باطل پر ہو۔ اسکی جمع "ائمہ" ہے۔"

(مفردات القرآن زیر لفظ امام، طبع کراچی)

قرآن حکیم میں دونوں معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:

"ہم نے اُن کو امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔" (القرآن)

یہاں اچھے معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ حق تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

"ہم نے ان کو امام بنایا کہ وہ جہنم کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔" (القرآن)

اس آیت میں یہ لفظ بُرے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن جب یہ لفظ عام معنوں میں بولا جاتا ہے تو اس سے اچھے معنی ہی مُراد ہوتے ہیں۔

یہ تو تھے اس لفظ کے لغوی معنی لیکن شرعی اصطلاح میں "امام" کے معنی امیر ہیں۔ یعنی ایسا فرمانروا اور حکمران جس کے ہاتھ میں عنانِ اقتدار ہو۔ کتاب و سُنّت کے مطابق ملک و ملت کا نظام چلا سکے، حدود اللہ قائم کر سکے۔ احکام شریعت کا نفاذ اور اجراء کر سکے اور ملکی سرحدوں کی حفاظت کر سکے۔ اہلِ سنت کے ہاں اس معنی میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ خلیفہ کو بھی امام اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ یہ سارے امور سرانجام دیتا ہے۔

شیعہ حضرات کے نزدیک بھی امامت کے یہی معنی ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مشہور کتاب "کافی" میں اس کے یہی معنی لکھے ہوئے ہیں۔

"امامت دین کی زمام، ملت کا نظام، دنیا کی اصلاح اور مسلمانوں کی عزت سے عبارت ہے۔ ...... امام ہی کے ذریعہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی تکمیل ہوتی ہے۔ فئے اور صدقات جمع کئے جاتے ہیں، حدود اور احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ امام اللہ ہی کے حلال کردہ کو حلال اور اللہ ہی کے حرام کردہ کو حرام کرتا ہے، حدود اللہ کو قائم کرتا ہے اور اللہ کے دین کا دفاع کرتا ہے اور اللہ کے راستے کی طرف حکمت، موعظہ حسنہ اور دلائل واضحہ کے ساتھ

دعوت دیتا ہے ۔" (اصولِ کافی صفحہ ۱۲۰، ہند)

شیعہ لفظ امامت کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں اور تمام اہلِ اسلام سے الگ ہو کر کہتے ہیں کہ امامت کا مرتبہ نبوت سے بھی افضل ہے ۔ امام نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے ۔ نبی کی طرح اسکی اطاعت بھی فرض ہے ۔ بڑے بڑے اختیارات اور بڑے بڑے علوم اس کے پاس ہوتے ہیں ۔

شیعہ نے امام کے لئے حسب ذیل شرائط ضروری قرار دی ہیں ۔

(۱) —— امام نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے ۔

(۲) —— امام مفترض الطاعۃ ہوتا ہے

(۳) —— امام اپنے زمانے میں سب سے افضل ہوتا ہے ۔

(۴) —— خدا اور رسول کی طرف سے اپنے عہدہ کے لئے نامزد ہوتا ہے ۔ لوگوں کو امام کے انتخاب کا اختیار نہیں ۔

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر واجب ہے کہ قیامت تک دنیا کو کبھی امام سے خالی نہ رکھے ۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان صفات کے حامل صرف بارہ امام جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہو چکے ہیں ۔

۱۔ ان ائمہ کا رتبہ تمام انبیاء و سابقین سے زیادہ ہے ۔

۲۔ ان کو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے ۔ سب کا علم ہے ۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُن کے پاس آتے ہیں ۔

۴۔ پہلی ساری کتب الہیہ اُن کے پاس تھیں ۔

۵۔ عصائے موسیٰ ۔ ید بیضا ۔ انگشتریٔ سلیمان ، اسمِ اعظم —— غرض کہ تمام انبیاء کے معجزات ان کے پاس تھے ۔

۶۔ جنات کا لشکر اُن کے تابع تھا ۔

۷۔ ان کی موت و حیات ان کے اختیار میں تھی اور انہیں اپنی موت کا وقت معلوم تھا ۔

۸۔ ہر امام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایک رجسٹر ملا ہوا تھا ۔ جس میں اُن کے معتقدین کے نام معہ ولدیت لکھے ہوئے تھے ۔

۹۔ وہ نبی کی طرح معصوم تھے۔

۱۰۔ اُن کو حلال و حرام کا اختیار حاصل تھا۔

(امام کے بارہ میں یہ سب صفات بلکہ اس سے بھی کچھ زائد شیعہ کی کتابوں میں مرقوم ہیں)

کہتے ہیں کہ ان بارہ مقرر کئے ہوئے اماموں میں سے گیارہ تو اپنی زندگی گزار کر اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے لیکن بارہویں امام مہدی کئی سو سال سے اہلِ سُنّت کے خوف سے ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور وہ اس وقت دنیا میں تشریف لائیں گے، جب یہاں فتنہ و فساد کی بجائے امن و آشتی کا دَور دورہ ہوگا۔ خُدا بہتر جانتا ہے کہ وہ کب اس نام نہاد غار سے باہر تشریف لائیں گے۔

اہلِ اسلام کہتے ہیں کہ معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور یہ صفات جو شیعہ ائمہ مانتے ہیں ان میں اکثر تو انبیاء علیہم السلام کی صفات ہیں اور باقی ماندہ خاصۂ خداوندی ہیں۔ لہذا کسی امام کو معصوم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد ماننا شرک فی النبوۃ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت بلکہ خصوصیت ختمِ نبوّت کا انکار ہے۔

ایسا امام جو معصوم بھی ہو اور اُسکی اطاعت امت کے لئے فرض بھی ہو، صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بعد ان صفات کا حامل نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ البتہ امام بمعنی مطلق پیشوا اس اُمت میں بہت ہوئے اور ہیں، اور ہوں گے۔ جو نہ بارہ میں منحصر اور نہ بارہ کروڑ میں۔ ان کا شُمار، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کوئی معمولی نہ تھی۔ اس تعلیم نے بے شُمار انسانوں کو کامل اور مکمل بنا دیا۔ ہزاروں اس تعلیم کی بدولت منصبِ امامت، پیشوائی اور راہ نمائی پر فائز ہوئے اور ہوں گے۔

جس طرح نماز با جماعت میں چاہے کتنی بڑی جماعت ہو، امام ایک ہوتا ہے اور اگر مقتدیوں کی صفیں زیادہ ہوں تو ہر صف میں دو ایک مکبّر مقرر کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ اُونچی آواز سے تکبیر کہہ کر امام کے رکوع و سجود کی اطلاع پچھلی صفوں کو دیا کریں، بالکل یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ جس طرح تمام اُمت کا امام حقیقتاً ایک ہے، صفِ اول سے صفِ آخر تک ہر مقتدی

نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کی ہے۔ اسی کو اپنا امام بنایا ہے۔ اسی طرح تمام اُمتِ محمدیہ کے امام مفترض الطاعت (جن کی اطاعت فرض ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ سے لے کر قیامت تک ہر مسلمان آپ ہی پر ایمان لاتا ہے۔ آپ ہی کو اپنا پیشوائے حقیقی اور امام مانتا ہے اور جس طرح نماز با جماعت میں ان مکبّرول کو بھی اس معنیٰ میں امام کہہ سکتے ہیں کہ پچھلی صفیں انہی کی تکبیر کی تابع ہوتی ہیں۔ مگر وہ حقیقتاً امام نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ امام کے حالات کو نقل کرنے والے ہوتے ہیں، اپنی اطاعت کا حکم نہیں دیتے کیونکہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں، مگر وہ حقیقتاً امام نہیں ہوتے۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نقل کرنے والے ہیں نہ کہ اپنے احکام کی۔

یا اللہ مدد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،
من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا
(القرآن)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
خیرکم من تعلم القران وعلمہ
(الحدیث)

خلافت راشدہ
خلیفہ بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیق
سیدنا عمر فاروق
سیدنا عثمان
سیدنا علی المرتضیٰ
سیدنا حسن مجتبیٰ
سیدنا معاویہ
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

زیر تعمیر جامع مسجد
مدرسہ دارالعلوم، حسین خیل پٹھان

عزیز حضرات مدرسہ و مسجد کی تعمیر کے اس کارِ خیر میں بھرپور حصہ لیں، دینی مراکز کو مضبوط کریں، تاکہ خدمت و اقامت دین کا مقدس فریضہ بہتر طور پر سرانجام دیا جاسکے!

ترسیل زر کے لئے (۱) بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک اکاؤنٹ نمبر ۹۰۲۰ یو بی ایل بھکر۔ ۲۔ بذریعہ منی آرڈر یا نقد دستی۔ یا درج ذیل پتہ پر بھیجیں!

خادم علماء دیوبند! حضرت مولانا غلام حسن خان، خطیب و مہتمم مدرسہ دارالعلوم حسین خیل پٹھان، مقام و ڈاکخانہ چھینہ ڈگر، تحصیل و ضلع بھکر!

بنیاد پرست : عبدالواحد بیگ
ملتان

آدھا تیتر اور آدھا بٹیر.... نہیں چلے گا

پہلے بات کو تولو، پھر منہ سے بولو

روزنامہ جنگ لاہور جمعہ ۳ مئی ۱۹۹۱ء کے صفحہ اوّل پر وزیرِ اعظم کا ایک بہکا ہوا مضمون پڑھ کر بہت دُکھ ہوا کہ :

"شریعت بل کا مقصد خواتین کو گھروں میں بٹھانا نہیں۔ انہیں خدا اور رسول کی طرف سے عطا کردہ مقام دیا جائے گا۔ خواتین اسمبلیوں میں ضرور جائیں گی اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں گی۔"

مطلب ظاہر ہے کہ عورت کو دینِ فطرت سے بیزار اور نمائشِ حسن کا اشتہار بنا دینا ہے۔ خدا جانے وہ کون سا میدان اور مقام ہے مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کا؟ یہ کس قدر احسان فراموشی ہے کہ جس شہنشاہِ حقیقی عزاسمہ نے کسی کو چند روزہ اقتدار اور حکمرانی کے اختیارات سے نوازا ہے تو وہی "ذاتِ شریف" شریعت کے اٹل قانون کے خلاف بیان بازی کرے۔ سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ یہ گفتگو وہ لوگ کر رہے ہیں جو شریعت بل کے نفاذ کے دعوے کے بل بوتے پر اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوئے مگر جب نفاذِ شریعت کا لمحہ آیا تو بولی ٹھولی بدل گئی۔ اور وہ ادائے فرض و ایفائے عہد سے پہلو تہی اور راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں ؎

خدا سے ڈرو، مکر و فریب سے کام نہ لو
یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو
(ظہیر نیاز بیگی)

اللہ تعالیٰ نے خاندانِ نبوت کو خطاب کرتے ہوئے امہات المومنین کو ارشاد فرمایا:

گھروں میں بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کے بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو ـــــ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو الخ

(سورۃ الاحزاب پ۲۲ آیت ۳۳)

نام نہاد شریف صاحب کے لئے مخلصانہ مشورہ ہے کہ "پہلے بات کو تولیں پھر منہ سے بولیں"۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے عداوت مول لے بیٹھیں۔ ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا ہے کہ گھروں میں قرار پکڑیں..... مگر آج اُن کی نام لیوا رُوحانی بیٹیاں بن سنور کر نہ صرف لوگوں کو دعوتِ نظارہ دیتی پھرتی ہیں، بلکہ دعوتِ گناہ دے کر ایمان برباد اور معاشرہ تباہ کرتی پھرتی ہیں ؎

بے پردہ پھر رہی ہیں ہر طرف مسلم زادیاں
ہو رہی ہے رُسوا یوں مسلمانوں کی تہذیب - اناللہ وانا الیہ راجعون ط

آزادئ نسواں کے نام نہاد دانشور حامیوں سے ایک ہی سوال ہے کہ آزادی کی آخر کوئی حد بھی ہے ـــــ اور کوئی ایسا قانون بھی ہے جس کی پابندی آپ قبول کریں؟

ذرا اقبالؒ کے اس شعر کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھیں اور دین کے ساتھ اپنے اعمال کی مطابقت کا جائزہ لیں ؎

بتولِ باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوشِ شبیرے بگیرے

"شریعت بل" کے محاذ پر"۔ مذہب کے اٹل اصولوں پر رنگ بدلتے زمانے کے مطابق عمل کرانے کا مجوزہ مذموم منصوبہ مسلمانوں کے لئے ہرگز ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"اے ایمان والو! اسلام میں پُورے پُورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی مت کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۸)

ماہر القادریؒ کہتے ہیں ؎

وہ مشرق ہو کہ مغرب ہر طرف ہے فتنہ سامانی
نظامِ زیست کو منشورِ قرآں کی ضرورت ہے

ایک اور جگہ معاشرے کی تباہی کے اسباب پر اپنے درد کا یُوں اظہار فرمایا ہے ؎

یہ حقیقت ہے کہ انساں کی تباہی میں شریک - فتنۂ رُخ ہی نہیں فتنۂ تصویر بھی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۴ پر)

پروفیسر محمد امین

تفسیر اور مفسّر

تفسیر فہم قرآن کا ایک ذریعہ ہے بالخصوص ان لوگوں کے لئے جنکی مادری زبان عربی نہیں۔ ان کے لئے تفسیر مطالعۂ قرآن کا واحد اور اہم ذریعہ ہے۔ غیر مسلم بھی تفسیر کے ذریعے سے قرآن کے مطالب سے واقفیت پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے مفسرین کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔

تفسیر، فسر سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں کھول کر بیان کرنا ــــ تشریح کرنا۔ اس طرح تفسیر کے معنی تشریح کے ہوئے۔ اصطلاح میں تفسیر سے مراد قرآن مجید کے مضامین، مفاہیم اور مطالب کی تشریح کرنا ہے۔ تفسیر ایک باقاعدہ فن ہے، علم ہے۔ جس کے مفسّرین نے الگ سے اُصول متعین کئے ہیں اور اسے اصولِ تفسیر کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں تفصیل کے ساتھ ان اصولوں کا جائزہ لیا ہے۔ صرف وہی شخص مفسّر بننے کا حق ادا کر سکتا ہے۔ جسے عربی زبان، قرآن کے جُملہ مضامین اور ان سے متعلقہ علوم پر دسترس حاصل ہو۔

عہدِ رسالت میں تفسیر کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ کیونکہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرتے، اور ان سے استفسار فرماتے۔ آپ کی وفات کے بعد چند صحابہؓ کرام تفسیر کا فرض ادا کرتے رہے۔ تاریخ میں انکی تعداد دس بتائی گئی ہے۔ جن میں خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس کو اہم مقام حاصل ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ جب نئے مسائل پیدا ہو گئے تو تفسیر کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، جب اسلام غیر عرب اقوام تک پہنچا تو اسکی ضرورت اور بھی شدت سے محسوس ہونے لگی۔ پھر قرآن کا ترجمہ اور تفسیر اور بھی ضروری ہو گئی۔ یہ معلوم نہیں کہ پہلی تفسیر کب اور کہاں لکھی گئی بہر حال عباسی دور میں مفسرین کی ایک خاصی تعداد نظر آتی ہے اور چند تفسیریں بھی ملتی ہیں، طبری جو ایک مشہور مورخ ہیں ان کی تفسیر "جامع البیان فی تفسیر القرآن" بڑی مشہور ہے۔ طبری کا

پورا نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری ہے۔ طبرستان کے باشندے تھے ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ بلادِ اسلامیہ کا سفر کیا۔ علوم و فنون حاصل کئے اور ۳۱۰ھ میں وفات پائی ـــــــ

اگر ہم تفاسیر کو سامنے رکھیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر مفسّر نے اپنے انداز میں تفسیر لکھی ہے۔ جن مفسّرین کو فقہ سے دلچسپی تھی انہوں نے قرآن سے فقہی مسائل کا حل ڈھونڈا ہے متکلمین نے کلام اور فلسفے کی بحثیں چھیڑی ہیں۔ صوفیاء نے قرآن کے حوالے سے تصوّف کے مسائل پر بحث کی ہے۔ اس طرح تفسیر کئی رنگوں میں لکھی گئی ہے۔ بالعموم تفسیر کے دو طریقے بیان کئے جاتے ہیں۔ تفسیر بالروایت اور تفسیر بالرائے۔ تفسیر بالروایت میں روایت سے تفسیر لکھی جاتی ہے۔ احادیث اور دیگر روایات جن میں گزشتہ مفسّرین کی آراء بھی شامل ہوئی ہیں، کی مدد سے تفسیر کی جاتی ہے۔ تفسیر بالرائے میں مفسر اپنی عقلی رائے رکھتا ہے۔ لیکن اب یہ دونوں طریقے اکٹھے ہو گئے ہیں، اور ایک ہی تفسیر میں یہ دونوں انداز پائے جاتے ہیں بعض مفسرین نے قرآن سے متعلقہ علوم سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے، مثلاً ارض القرآن۔ علامہ سلیمان ندوی کی "ارض القرآن" مشہور ہے۔

ابوالسعود جن کا پورا نام محمد بن محی الدین محمد بن العماد مصطفی العمادی قسطنطنیہ کے قریب ۳۰ دسمبر ۱۴۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ایک مدرس کی حیثیت سے ابتداء کی۔ استنبول میں قاضی رہے۔ پھر مفتئ اعظم اور شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ انکی تفسیر "ارشاد العقل السلیم" کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ عہدِ حاضر میں مصر کے شیخ طنطاوی کی تفسیر بڑی مقبول ہے جو ۲۶ جلدوں میں لکھی گئی ہے۔ اس میں شیخ نے جدید علوم اور سائنس کے جا بجا حوالے دیئے ہیں۔

ابو الفدا حافظ ابن کثیر کی تفسیر، تفسیر القرآن العظیم جو تفسیر ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے بڑے پائے کی تفسیر ہے۔ جلال الدین سیوطی کی الدر المنثور فی التفسیر الماثور سالہا سال تک مدارس میں پڑھائی جاتی رہی۔ امام فخر الدین رازی کی مفاتیح الغیب، بیضاوی کی انوار التنزیل و اسرار التاویل اسے عرفِ عام میں تفسیر بیضاوی بھی کہتے ہیں۔ آلوسی کی روح المعانی، علامہ زمخشری کی کشاف بڑی علمی تفسیریں ہیں۔ جلال الدین سیوطی اور جلال الدین المحلی کی لکھی ہوئی جلالین برسوں تک درس

نظامیہ میں شامل رہی ۔

ہندو پاک کے مسلمانوں نے تفسیر کے میدان میں بڑا کام کیا ہے ۔ ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں ۔ اُنہوں نے عربی فارسی اردو ۔ انگریزی کے علاوہ علاقائی زبانوں میں بھی تفسیریں لکھی ہیں عربی میں نظام نیشاپوری دولت آبادی جو دولت آباد دکن میں رہے ، کی غرائب القرآن ، میاں جی کی تفسیر المحمدی ، ملا جیون کی التفسیرات لاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیۃ ، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری اور علامہ انور شاہ کشمیری کی مشکلات القرآن بڑی اہمیت کی حامل ہیں ۔ ان کے علاوہ علامہ فیض کی سواطع الالہام بھی قابلِ ذکر ہے ، جو انکی زبان پر قدرت کا کامل ثبوت ہے اس تفسیر میں علامہ فیض نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو بغیر نقطوں کے ہیں ۔ یہ غیر منقوطہ تفسیر ایک ادبی شہ پارہ بھی ہے ۔ فارسی میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کی فتح العزیز قابلِ ذکر ہے ۔ جو تفسیر عزیزی کے نام سے معروف ہے ۔

اردو میں پہلا تشریحی ترجمہ حکیم محمد شریف خان نے لکھا ۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجمے بھی قابلِ ذکر ہیں شیخ محمود حسن اور علامہ شبیر احمد عثمانی کا ترجمہ تشریح بڑی مقبول ہے ۔ عبدالحق حقانی کی تفسیر حقانی اور مولانا اشرف علی تھانوی کے بیان القرآن کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بھی اپنے انداز میں ترجمہ اور تفسیر بیان کی ہے ۔ تفسیر کے باب میں مولانا عبیداللہ سندھی کا نام بھی انفرادیت کا حامل ہے ۔ عبدالسلام اور آغا شاعر قزلباش دہلوی نے منظوم تفسیریں لکھی ہیں ۔ ان کے علاوہ بھی کئی شعراء کی کوششیں قابلِ قدر ہیں ۔ ابوالکلام آزاد کی ترجمان القرآن ایک علمی تفسیر ہے ۔ جس میں اُنہوں نے جدید تحقیقات کی روشنی میں بعض مسائل حل کئے ہیں ۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر جو ام الکتاب کے نام سے چھپ چکی ہے ، زندہ جاوید تفسیر ہے ۔ تحقیق کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے بڑی ادبی زبان استعمال کی ہے ۔ ان کی زبان میں ادبی چاشنی ہے ۔ اس انداز کی ایک تفسیر عبدالماجد دریا بادی نے بھی لکھی ہے ۔ جس کا ترجمہ بڑا رواں ہے ۔ اور حواشی بڑے جامع ہیں ۔ یہ تفسیر مختصر ہے اور حواشی پر مشتمل ہے ۔ لیکن حواشی علمی اعتبار سے بڑے جامع ہیں ۔

ہمارے زمانے میں پاکستان میں بھی بڑی اعلیٰ پائے کی تفسیریں لکھی گئی ہیں ۔ علامہ عنایت اللہ

مشرقی جدید اور قدیم علوم کے ماہر تھے۔ انکی تفسیر "تذکرہ" میں جدید سائنسی حوالے موجود ہیں۔ تذکرہ کے کچھ حصوں کا ترجمہ اردو میں بھی ہو چکا ہے۔ مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی دونوں کا شمار جید علماء میں ہوتا ہے۔ وہ دینی اور دینوی علوم پر حاوی تھے۔ دونوں نے معارف القرآن کے نام سے علیحدہ علیحدہ تفسیریں لکھیں۔ جو عظیم علمی سرمایہ ہے۔ اسی طرح سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن کے نام سے تفسیر لکھی، یہ تفسیر نہایت سلیس، سادہ، اور منطقی زبان میں لکھی ہے۔

تفسیر لکھنے کے علاوہ ہمارے یہاں عربی اور فارسی کی تفسیروں کے ترجمے بھی ہوئے ہیں۔ یہ اپنی جگہ بہت بڑی خدمت ہے۔ اردو کا عام قاری بھی ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اور تراجم کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ تفسیر ابن کثیر، تفسیر بیضاوی اور تفسیر طبری کے ترجمے ہو چکے ہیں، اور عام دستیاب ہیں۔ شاہ ولی اللہ کی الفوز الکبیر کا ترجمہ بھی میسر ہے۔

بقیہ از ۲۸

"آدھا تیتر اور آدھا بٹیر" ——— نہیں چلے گا۔

سب ہی مجھ سے کہتے ہیں رکھ نیچی نظر اپنی
انہیں کوئی نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر!

اور نفیس خلیلی مرحوم خوف زدہ ہو کر فرماتے ہیں:

مسلمان عورت ہے یا کہ مرغ آبی
کہ سینے کو تانے چلی آ رہی ہے
زمیں بار عصیاں سے تھرا رہی ہے

مومنین اہل سنت والجماعت کیلئے ایک عظیم علمی تحفہ
کتاب نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
جس میں
دلکش ترتیب۔
• اردو خواں حضرات کیلئے مدنی تحفہ جس کی افادیت مسلمہ ہے
• امام ابو حنیفہؒ کی علمی عظمت، فلسفیانہ انداز استدلال اور سنت سے والہانہ وابستگی کی ایک جھلک۔
• مسائل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور آثار صحابہؓ سے مدلل۔
• پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی نماز کی واضح تصویر
• مستند ماخذ، علمی سرمایہ، عام فہم انداز بیان۔
تالیف: الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ
تقدیم: الشیخ محمد شفیق اسعد
سنی پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۶۶، لاہور
ہر اچھے بکسٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب کریں
قیمت ۵۱ روپے

ابو مغیرہ عبدالرحیم نیاز

خلیفہ راشد امام عادل امیرالمومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی اسلامی بحریہ کی بانی اور عظیم فاتح

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ میں سے چھٹے نمبر پر خلیفہ راشد ہیں آپ کا تعلق قریش کے مشہور قبیلے بنو امیہ سے ہے آپ کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال قبل مئی میں مقام خیف پر ہوئی ۔ آپ نے جس گھرانہ میں آنکھ کھولی وہ سیاسی طور پر قریش کے عسکری نظام کا منتظم تھا اور تعلیمی اعتبار سے مکہ کے اندر سب سے پہلے لکھنے والا شخص سیدنا معاویہ رضی اللہ کا دادا حرب بن امیہ تھا عفت و پاکدامنی کا یہ عالم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر جب عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے اس بات کا عہد و پیمان لیا کہ زنا کے ارتکاب سے اجتناب کروگی تو سیدنا معاویہ کی والدہ ہندہ بنت عتبہ رضی اللہ عنہاء زوجہ ابی سفیان نے آپ سے متعجبا سوال کیا کہ یا رسول اللہ کیا شریف عورتیں اس فعل قبیح کا ارتکاب کر سکتی ہیں ؟ اور شرافت یہ ہو کہ مکے کے اوباش جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ کے گلی کوچوں میں آپ کا تعاقب کرتے تو ایسے وقت اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق سے ابو سفیان کے مکان کے قریب ہوتے تو ابو سفیان کے گھر چلے جاتے اور ابو سفیان مسلمان نہ ہونے کے باوجود اس قدر شرافت اور انسانیت کا ثبوت دیتا کہ فورا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا اور گلی کے اوباشوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے بھگا دیتا جس گھرانہ کے یہ خصائص ہوں ظاہر ہے کہ اس گھر میں بچے کی تربیت اور نگہداشت کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہوگا اور خاندان کے ان ہی خصوصی اوصاف کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہوگی آپ فتح مکہ سے پہلے اور صلح حدیبیہ کے بعد والے درمیانی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے البتہ اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقعہ پر کیا اسلام لانے کے بعد آپ مستقل طور پر نبی کریم صلی اللہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپ اس مقدس جماعت کے رکن رکین تھے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت وحی پر مامور فرمایا تھا چنانچہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی اسے قلمبند کرتے اور جو خطوط و فرامین سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ گہربار سے جاری ہوتے انہیں بھی تحریر کرتے وحی خداوندی لکھنے کی وجہ سے ہی آپ کو کاتب وحی کہا جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت صدیقی میں آپ اپنے برادر بزرگ سیدنا یزید الخیر رضی اللہ عنہ کی جگہ دمشق کی عملداری پر نامزد کئے گئے ان کے تدبر اور انتظامی صلاحیت کے باعث خلافت عثمانی میں ان کی عملداری کے علاقہ میں وسعت کر دی گئی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلامی عساکر میں بحریہ کا اضافہ کیا اور ۲۷ھ میں جزیرہ قبرص پر لشکر کشی کی اور ۲۸ھ میں یہ جزیرہ فتح کر لیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلام کے خلاف ایک سازشی تحریک چلائی اس وقت چونکہ اسلامی قوت کا محور و مرکز ثقل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات تھی اس لئے آپ کے خلاف اس نے مسلح بغاوت کی اور آپ کو شہید کر دیا گیا ان کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سربر آراء خلافت ہوئے لیکن ان کا پورا عہد خلافت اسی تحریک کی وجہ سے خانہ جنگی کی نذر ہو گیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت بھی سبائیوں کی مسخ شدہ صورت خوارج کے ہاتھوں سے ہوئی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد مصلح امت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سربر آراء خلافت ہوئے تو انہوں نے امت کی مصلحت کے پیش نظر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی کے مطابق سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست برداری اختیار کر کے ان کے دست حق پرست پر بیعت کر لی اس سال کو اسلامی تاریخ میں "عام الجماعہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ قائم ہوگئی اور تمام امت اس پر متحد و متفق ہوگی۔ ۴۱ھ میں آپ کی خلافت راشدہ کا دور شروع ہو جاتا ہے علامہ مسعودی نے اپنی مشہور تاریخ مروج الذہب میں تصریح کی ہے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے معمولات میں یہ بات شامل تھی کہ آپ روزانہ مقدمات کا فیصلہ کرنے کیلئے عام محفل میں نشست کیا کرتے تھے ۴۲ھ میں سجستان اور سندھ کا کچھ حصہ مسلمانوں کے زیر نگین آگیا ۴۳ھ میں سوڈان فتح ہوا ۴۴ھ میں کابل اور ۴۵ھ میں افریقہ پر لشکر کشی کی گئی ۵۰ھ میں غزوہ قسطنطنیہ پیش آیا ۵۴ھ میں مسلمان نہر جیحون عبور کر کے بخارا تک پہنچ گئے ۵۶ھ میں غزوہ سمرقند پیش آیا ۲۲ رجب ۶۰ھ + کو آپ کی وفات ہوئی دمشق میں باب صغیر پر آپ کو دفن کیا گیا صحابہ کرام رضی اللہ + عنہم کے (تعامل) کو شریعت میں مصدر شریعت کی حیثیت حاصل ہے اور اس مقدس جماعت کی تبلیغی اور جہادی مساعی کے ذریعہ ہم تک اسلام پہنچا اگر پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ پر ہے تو پھر یہی مقدس جماعت اس نظریہ کی اول حامی ہے کیونکہ انہوں نے ہی نظام کفر اور طاغوتی طاقت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اسی راہ میں اپنا مال وطن جان عزیز سب کچھ قربان کر دیا اشاعت اسلام میں جس نوعیت کی قربانی اس جماعت نے پیش کی ہے اس کی نظیر قیامت تک نہیں پیش کی جاسکتی المیہ کے طور پر ہم اس تلخ حقیقت کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں یہ کتنی ناانصافی اور احسان فراموشی ہے کہ نہ تو خلفائے راشدین کے ایام وفات پر سرکاری طور پر تعطیل کی جاتی ہے اور نہ ان کی شخصیت کے شایان شان ان کی مجاہدانہ سیرت کے حوالے سے ریڈیو ٹی وی سے ایسے پروگرام نشر کئے جاتے ہیں جو ملک کی قطعی اکثریت اہل سنت والجماعت کے عقائد کے ترجمان ہوں۔

صحافتی حلقوں کی بے حسی اور فکری افلاس اس پر مستزادیہ کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے یوم وفات پر اخبارات اور جرائد میں ان کی یاد میں ایک لفظ بھی تحریر کرنا گوارا نہیں کرتے حالانکہ وہ اس لحاظ سے بھی ہمارے محسن ہیں کہ سندھ کی فتح کا آغاز انہیں کے سنہری دور خلافت میں ہوا جسے ان کی وفات کے بعد ان کے جانشینوں نے جاری رکھا اور دعوت و تبلیغ اسلام کے معرکوں میں انکے قدم "لاہور" تک پہنچے۔

بقیہ از ۵۵

ٹریننگ کے لئے لندن بھیجا جائے۔ اس سے پہلے کرسی چھیننے کے بعد ایسے "سیاسی یتیم" لندن جاتے رہے مگر ذاتی طور پر کسی اِدارے کے نظام کے تحت نہیں۔ جس رفتار سے ہمارے ہاں، "سیاسی یتیموں" کی تعداد بڑھ رہی ہے اس کے پیشِ نظر یہ یتیم خانہ بہت ترقی کرے گا یہاں سے "سیاسی یتیم" بھی حکومت بنائیں گے۔ پھر کرسیاں چھن جائیں گی تو وہ "سیاسی یتیم" کی حیثیت سے یتیم خانے میں آجائیں گے اور ان کی جگہ دوسرے "سیاسی یتیم" لیں گے۔ اب تک رمضانی نے لیڈروں کے بیان پڑھے ہیں، اُمید ہے کہ اب رمضانی کا یہ بیان لیڈر اور خصوصاً "سیاسی یتیم" ضرور پڑھیں گے اور —— "دُنیا کے سیاسی یتیمو متحد ہو جاؤ۔" کا نعرہ لگا کر میدانِ عمل میں کود پڑیں گے۔

خادم حسین

زبان میری ہے بات اُن کی

● —— حکومت جام صادق پر کڑی نظر رکھے۔ وہ ماضی میں بھارتی ایجنٹ رہے ہیں۔
(نصیر اللہ بابر)

گویا آپ اب تک بھارتی ایجنٹ ہیں۔

● —— مروجہ قانون کے تحت قرضے معاف کرانے والوں کے نام ظاہر نہیں کئے جاسکتے
(سرتاج عزیز)

انصاف تو خیرات میں کوئی نہیں دیتا قانون بھی مجرم کو بچانے کے لئے ہے۔

● —— شریعت بل کی منظوری لادین عناصر کی پسپائی ہے۔ (جماعت اسلامی)

تبھی تو بل کھو بھونک رہے ہیں۔

● —— بیوروکریسی میں کس کی جرأت ہے کہ حکم عدولی کرے۔ (وائیں)

البتہ جاگیرداروں سے ذرا دبتا ہوں۔

● —— ملک آدھا رہ گیا ہے۔ سیکرٹری چھ گنا ہوگئے۔ متحدہ پاکستان کے صرف ۱۶ سیکرٹری تھے۔ آج ۱۰۰ کے لگ بھگ ہیں۔ اُس دور میں گریڈ ۲۰ کے صرف تین افسر تھے۔ اب گریڈ ۲۲ کے ۱۰۰ افسر ہیں۔ (ایک خبر)

پاکستان = افسر[۲] + جاگیردار[۲] + صنعت کار[۲] — عوام

● —— ہجرہ شاہ مقیم کا تھانیدار شادی شدہ عورت سے عیاشی کرتا ہوا پکڑا گیا
(ایک خبر)

عیاشی نہیں۔ متعہ کرتے ہوئے پکڑا گیا۔

● ——— نوجوان نے گھریلو جھگڑوں سے دِل بَرداشتہ ہو کر گھر کو آگ لگا دی ۔
(ایک خبر)

کیا گھریلو خواتین اِس سنگین مسئلے پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں ۔

● ——— پولیس اہلکار شکایت کنندگان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں ۔

(ایس پی ظفر قریشی)

سوئی کے نلکے سے ہاتھی گزرنے والی بات ہے ۔

● ——— ایک دکان میں انگریزی فلم دیکھنے پر بچّوں سمیت ۲۸ افراد کو جیل بھجوا دیا گیا۔ (ایک خبر)

گلبرگ یا گلگشت کی کسی کوٹھی میں بی پی دیکھنے والوں پر کوئی قدغن نہیں ۔

● ——— خواتین کو چار دِیواری میں نظر رکھا جائے ۔ (سیّد اسلم)

پہلے سی اُسی ریم جُلائے فیر بن گئے اُسی درزی
رُڑ کھُرڑ کے اُسی سیّد بن گئے اگّے خدا دی مرضی

● ——— تھانیدار اور حوالدار نے شادی شدہ عورت کو اغوا کر لیا۔ ملزموں نے چار بچّوں کی ماں کی برہنہ تصویریں بنا کر اُس کے خاوند کو بھیج دیں ۔ (ایک خبر)

حجّاج بن یوسف کو گالیاں دینے والوں کے پاس کوئی محمد بن قاسم نہیں ؟

● ——— پولیس اہلکار کو رشوت دینے کے الزام میں ایک شخص گرفتار ۔ (ایک خبر)

رشوت کی رقم بہت قلیل ہو گی !

● ——— بھرتی پر پابندی سے نوجوان ڈگریاں لے کر گلیوں کی خاک چھان رہے ہیں ۔

(ایک خبر)

اور وزراء مشیر ، ایم این اے ، ایم پی اے اپنے آدمی بھرتی کروا رہے ہیں ۔

● ——— اسلام میں ہتھیاروں پر پابندی کا کوئی تصور نہیں ۔ (اعتزاز احسن)

اور اسلام کی باقی تمام باتوں پر آپ پہلے ہی کاربند ہیں ۔؟

● ——— عابدہ حسین کو وزیرِ اعظم کی مشیر برائے بہبودِ آبادی مقرر کر دیا گیا۔ (ایک خبر)

" شریعت بل " کی بارش کا پہلا قطرہ !

● ——— بدقماش، ڈاکو، چور، غنڈہ عناصر کو قانون کے شکنجے میں کس دیا جائے۔ (نواز شریف)

قند کہنے سے زبان تو نہیں میٹھی ہوتی   زندگی صرف تصور نہیں کردار بھی ہے۔

● ——— ہم نے نظریاتی اور اُصولی سیاست کی تربیت ہر دو خاندان سے حاصل کی (ادلی خان)

منہ کھائے تے اکھ شرمائے   فیروی تینوں شرم نہ آئے۔

● ——— بے نظیر عادی جھوٹی ہیں۔ (جام صادق)

نہیں پُوری جھوٹی ہیں۔ آپ شوقیہ جھوٹ بولتے ہیں۔

● ——— مولانا انوری کی بھینس چوری ہو گئی: (ایک خبر)

خالہ انوری کی پازیب چوری ہو گئی۔

● ——— دوشیزہ سے دست درازی کی کوشش میں ناکامی کے بعد نوجوان نے اُس پر کتا چھوڑ دیا۔ (ایک خبر)

کتا چند دِن ایسے انسان کے ساتھ گزار لے تو مزید کتا ہو جاتا ہے۔

● ——— قومی اسمبلی نے شریعت بِل منظور کر لیا۔ (ایک خبر)

اور ٹی وی پر "شریعت بِل کی منظوری" کی ریکارڈنگ" کا اعلان باقاعدہ موسیقی کے ساتھ پیش کیا گیا۔

● ——— یہ محبت تھی یا جبر ——— بھائی نے دونوں کا خون کر دیا ——— ملزم زبردستی گھر میں گھس کر بہن پر دست درازی کرتا تھا۔ (ایک خبر)

ایسی سُرخی لگا کر مزہ لینے والے کو اپنے گھر کی خیر منانی چاہیئے۔

● ——— نظامت تعلیمات کالجز ملتان کے دفتر میں دو پرنسپلوں نے ایک دوسرے کی پٹائی کر دی۔ (ایک خبر)

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّاں۔ کارِ طفلاں تمام خواہد شُد

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ

اکابرِ علماءِ دیوبند۔ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی تصویر ہیں

اسوۃ الاکابر ھدایۃ للاصاغر

امورِ متواترہ اور متوارثہ کے سوا بعض مسائل میں اختلافِ رائے کا امکان ہے اور اس کا وقوع گاہ بگاہ ہوتا رہتا ہے۔ ہمارے اکابر میں بھی ایسے کئی واقعات کا ظہور ہوا ہے مگر اس میں اھواءِ نفسانی کا کوئی دخل نہ تھا۔ بلکہ خلوص اور للہیت پیشِ نظر تھی جس کو جس نے بہتر سمجھا اسے اپنایا مگر حدود سے تجاوز نہیں فرمایا۔ صرف چند واقعات پیش ہیں تاکہ ہم اصاغر کے لئے راہ نما بن جائیں۔ بتوفیقہ تعالیٰ وعونہ۔

(۱) جب دارالعلوم دیوبند میں ایک اہم انتظامی مسئلہ کی وجہ سے اکابر اساتذہ (جو کہ دارالعلوم کا روح اور جوہر تھے) مستعفی ہو گئے۔ جن میں محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی۔ مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن۔ بابا سراج احمد رشیدی۔ مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی۔ مولانا محمد عتیق الرحمان عثمانی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ تو اس وقت کے بالغ النظر وسیع التجربۃ مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ صدر مہتمم اور مجلس شوریٰ نے اس عظیم بھنور میں پھنسی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک سلامتی کے ساتھ پہنچانے کے لئے جس کشتی بان کا انتخاب کیا وہ حسین احمد مدنی تھا (نور اللہ مرقدہ) حضرت مدنی دیوبند تشریف لے آئے اور تدریس کا کام شروع کیا تو چند طلبا جن میں مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ بھی تھے۔ حضرت شاہ صاحب سے درخواست کی کہ آپ کسی بھی وقت شاہ منزل میں ہمیں بخاری شریف پڑھا دیا کریں۔ اس کے جواب میں حسب ارشاد علامہ بنوریؒ شاہ صاحب نے فرمایا:۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرا بھائی مدنی مدرسہ میں پڑھائے اور میں گھر میں پڑھاؤں"

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت شاہ صاحب اور ساری جماعت نے کئی ہزار میل ایک گمنام قصبہ ڈابھیل کو گلشن علم اور مرکز فیوض تو بنانا گوارا کر لیا مگر دارالعلوم کا مقابلہ نہ فرمایا۔ نور اللہ قبورہم

چونکہ اس گناہ گار کو حضرت شاہ صاحب اور دیگر اساتذہ کے ساتھ ڈابھیل کے آخری سفر میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس لئے اس سفر کی تکلیفات کا مختصر سا تذکرہ درج کرتا ہوں کہ

" دیوبند سے تقریباً تین دن رات ریل چل کر سورت کے جنکشن پر سحری کو پہنچے۔ اساتذہ نے خصوصاً حضرت شاہ صاحب نے لکڑی کے بنچ پر تہجد پڑھ کر ذکر جلی فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹی لائن سے چند گھنٹوں کے بعد مروَلی اسٹیشن پر پہنچے۔ وہاں سے بس میں سوار ہو کر کچی سڑک سے چند گھنٹوں کے بعد ڈابھیل کے مدرسہ میں پہنچے"

حضرت شاہ صاحب بواسیر کے مریض تھے مولانا عثمانی جیسے نازک مزاج اور دوسرے اکابر نے اس قدر

تکلیف وہ سفر کئی سال برداشت کرلیا۔ پھر وہاں کی آب و ہوا خوراک وغیرہا سب غیر مانوس اشیاء تو برداشت کرلیں مگر دیوبند کی مخالفت بلکہ مخالفت نہ فرمائی نہ کبھی زبان سے ایسا کلمہ ارشاد فرمایا جو ذاتی وجاہت پر اثر انداز ہوتا۔ حضرت شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ کی رحلت پر دارالعلوم دیوبند میں جو تعزیتی جلسہ ہوا اس میں حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ نے حضرت شاہ صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

مجھے ایسے لوگ یاد ہیں جن کو صحیحین زبانی یاد ہیں اور ایسے بھی جانتا ہوں جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں مگر جس کو کتب خانہ کا کتب خانہ ہی حفظ ہو وہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کے سوا کوئی نہیں (انوار انوری ص ۲۴)

(۴۲) خود دارالعلوم دیوبند میں بعض اساتذہ کرام کا سیاسی مسلک میں حضرت مدنی سے اختلاف تھا مگر اخلاص اور احترام کا یہ حال تھا کہ حضرت مدنی کی دل شکنی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اختصاراً صرف ایک ہی مثال درج کرتا ہوں۔

" مولانا شبیر احمد عثمانی کے برادر بزرگ مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی جو سیاسی نظریات سے حضرت مدنی کے خلاف تھے۔ مگر حضرت مدنی کے احترام اور عزت افزائی کی وجہ سے ولایتی کپڑے کی بجائے دیسی کھدر کا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

• میں محض مولانا کی تکلیف کے خیال سے کھدر پہنتا ہوں میں اسے ضروری نہیں سمجھتا مولانا مدنی کا دل جلتا روشن ہے آج اتنا کسی کا نہیں تم یا اور کوئی کیا جان سکتا ہے کہ مولانا حسین احمد کیا ہیں اور ان کا کیا مقام ہے "

(ماہنامہ برہان دہلی اگست ۱۹۰۰ ص ۹۷)

ف۔ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کو ہر انگریزی چیز سے نفرت تھی خصوصاً ولایتی کپڑے کے لباس سے اس قدر نفرت تھی کہ جس میت کا کفن لٹھے کا ہوتا اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے تھے اس لئے اکثر احباب حضرت کی خوشی کے لئے بعض مواقع پر کھدری کا بنا ہوا کھدر استعمال کرتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں جمعیۃ العلماء ہند کی سالانہ کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی جس میں اکابر علماء کرام جمع تھے مولانا عبدالمالک صدیقی مرشد العلماء بھی تشریف لائے اور دیسی کھدر کا نہ صرف لباس زیب تن تھا بلکہ دست مال بھی خالص کھدر کا تھا۔ ایک محفل میں جس میں یہ گناہ گار بھی شریک تھا آپ نے فرمایا کہ چونکہ مولانا مدنی سے ملاقات ہوگی اس لئے سارا لباس دیسی کھدر کا نیا بنوا کر پہنا ہے "

(۴۳) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا مدنی کے سیاسی مسلک میں بعد المشرقین تھا مگر اخلاص کا یہ حال تھا کہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:۔

• اس وقت اپنے عقیدے میں دیوبند کی صدارت تدریس کے لئے آپ کو احق ہی سمجھتا ہوں پھر آپ سے کیسے کینہ کپٹ رکھ سکتا ہوں "

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن

آئین ما است سینہ چو آئینہ داشتن

جو الفاظ آپ کی شانِ گرامی کے خلاف لکھے گئے ہیں ان سے کریمانہ مسامحت فرمادیں ؎

بھلا دو میرے منہ سے بات گر کوئی نکلی

یہ بیدردی ہے کہنا آہ بسمل بے سری نکلی

(تجلیات عثمانی ص ۶۷۲)

جب حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر دارالعلوم دیوبند میں تعزیتی جلسہ ہوا تو اس میں حضرت مدنی نے مولانا عثمانی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا :۔

"حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کی شخصیت بے مثالی تھی علم و فضل میں آپ کا پایہ بلند تھا اور ہندوستان کے چیدہ علماء میں سے تھے۔ مولانا مرحوم کے متبحر علم و فضل اور بلند پایہ شخصیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ علمی طور پر ان کی شخصیت مسلمہ کل تھی تحریر و تقریر کا خداداد ملکہ مولانا مرحوم کا حصہ تھا۔ اور بہت سی خوبیوں کے حامل تھے"

(تجلیات عثمانی ص ۶۶)

(۴) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی کے سیاسی مسلک کا اختلاف بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر باقی امور میں قدرشناسی اور احترام کا یہ حال تھا کہ جب مولانا عبدالماجد دریابادی : مولانا عبدالباری ندوی کو اپنے ساتھ سفارشی بنا کر لائے اور حضرت مدنی سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت مدنی بھی ان کے ساتھ ہو کر تھانہ بھون پہنچے اور مولانا عبدالماجد دریابادی کو بیعت کرنے کے لئے فرمایا۔ بلکہ اکثر اوقات لوگوں کو یہی مشورہ دیا کرتے تھے۔ جب بعض مفسدہ پردازوں نے زبان درازی کی تو حضرت مدنی نے ارشاد فرمایا۔

"حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کو میں نہ صرف صحیح مسلمان ہونے کا معتقد ہوں بلکہ ان کو بہت بڑا عالم باعمل صوفی کامل جانتا ہوں۔ ہاں ان کی رائے دربارۂ تحریک آزادی ہند غلط سمجھتا ہوں اس بارہ میں میرا یقین کامل ہے کہ میرے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے استاد حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی۔ یہ غلطی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی غلطی جانتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت تھانوی مرحوم کی شان میں نہ گستاخی کرتا ہوں اور نہ کسی کی گستاخی کو روا رکھتا ہوں"

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۳ ص ۳۰۰)

اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

"مولانا تھانوی کے مواعظ بہت مفید ہیں ضرور ان کا مطالعہ رکھیں علیٰ ہذا القیاس ان کی کتاب تربیۃ السالک بھی مفید ہے" (کتاب مذکور ص ۶۷)

ادھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ جب حضرت مدنی کو مرادآباد جیل میں قید کر دیا گیا۔ تو حضرت تھانو

نے گرفتاری کی خبر سنکر اس دن اپنی خانقاہ کے سارے معمولات ترک کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"مجھے اب محسوس ہوا ہے کہ مولانا حسین احمد کی میرے دل میں اتنی محبت ہے"

جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا علم ہوا کہ کچھ حرماں نصیب حضرت مدنی کی شان رفیع میں گستاخی کر رہے ہیں اور آپ پہ قاتلانہ حملے ہو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا:۔

" مولانا مدنی کی مخالفت کرنے والوں کے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے جو لوگ حضرت شیخ الاسلام سے عناد و مخالفت رکھتے ہیں وہ اب بھی توبہ کرکے اپنے حسن خاتمہ کی طرف توجہ دیں"

(ماہنامہ الصدیق ملتان رجب ۹ھ ص ۳)

(۵) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب تبلیغی جماعت کے بانی تھے آپ کی جماعت لفظ سیاست کو بولنا بھی پسند نہیں کرتی۔ اور ان کی ساری تعلیم چھ نمبروں میں منحصر ہے مگر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نہ صرف خود اس جماعت میں شرکت فرماتے تھے بلکہ اپنے مسترشدین کو اس جماعت میں شریک ہوکر تبلیغی کام کرنے کی ترغیب دلاتے تھے جیسا کہ آپ نے ایک مرید پروفیسر سید احمد شاہ صاحب کو تحریر فرمایا:۔

" تبلیغی خدمات کو انجام دینے اور اس کے لئے مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر ہدایات حاصل کرنے کا مبارک قصد ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور پھر توفیق عطا فرماوے کہ آپ اس عظیم الشان خدمت کو بلکہ اپنی خاندانی وراثت کو بخیر و خوبی انجام دیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۶۳)

ادھر مولانا محمد الیاس کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو:۔

" مولانا حسین احمد کی سیاسی رائے میری سمجھ سے بالاتر ہے اگر میں اس سے اتفاق کرتا تو ان کی کفش برداری کرتا مگر میں حضرت مدنی کی ذات کے خلاف کوئی کلمہ اپنی زبان پر لاکر جہنم کی آگ خریدنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں اللہ کے نزدیک ان کے مرتبہ سے آگاہ ہوں اس قسم کا حوصلہ وہی کر سکتے ہیں جو حسین احمد کے درجہ اور مقام سے واقف نہیں اور نہ قرآنی اخلاق کے اسلامی حدود سے بہرہ ور ہیں"

مندرجہ بالا چند واقعات تو وہ ہیں جو ہمارے اکابر کے باہمی اختلاف رائے کے باوجود رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا مظہر ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہمارے اکابر نے تو غیر علماء کو بھی اپنے عناد اور ضد کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ اختلاف رائے کو اختلاف تک محدود رکھا مخالفت یا مخاصمت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ کون نہیں جانتا کہ برصغیر کی تقسیم سے پہلے ہمارے اکابر بالخصوص شیخ العرب والعجم کے خلاف نہ صرف طوفان بے تمیزی برپا کیا گیا بلکہ ان پر قاتلانہ حملے ہوئے ان کی ذات گرامی کو طعن و تشنیع، بہتان اور افتراء کا نشانہ بنایا گیا حتیٰ کہ غیر سیاسی اکابر علماء کو بھی یہ فہمائش کرنی ضروری ہوگئی۔

"مذہب اور دین کی حمایت کا نام لے کر عوام کو جوش دلانا اور ان سے اپنا کام نکالنا غلط راہ نمائی ہے جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کو ضبط، صبر، ڈسپلن، تنظیم، استقامت، تحمل، برداشت، ایثار، باہمی ہمدردی، عملی وحدت اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی جائے جو سیاست کی جنگ کے سب سے کارگر ہتھیار ہیں۔ صرف زبانی جوش و خروش گرما گرم محفل اور اخباری بحث اور براہ راست دست و گریبان ہونا قوم کی طاقت نہیں۔ ہماری بحثوں کا موضوع مسائل کا صواب و خطا ہونا چاہیئے۔ نہ کہ اشخاص کے محاسن اور معائب کا اظہار"

(ارشادات سید سلیمان ندویؒ مندرجہ معارف)

مگر اسی حسین احمد نے تقسیم کے بعد پاکستان کے حق میں فرمایا:۔

"جب تک کسی جگہ مسجد نہ بنے جگہ کے متعین کرنے میں تو اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر جب مسجد بن جائے تو پھر اس کی حفاظت اور اس کی حیثیت کو تسلیم کرنا ضروری ہو جاتا ہے"

(انوار مدینہ)

یعنی حضرت مدنی نے پاکستان کو مسجد کے ساتھ تشبیہ دی۔

جب قائد اعظم محمد علی جناح کا انتقال ہوا تو آپ نے بہ حیثیت صدر جمعیۃ العلماء ہند فاطمہ جناح صاحبہ کو تعزیت کا تار ارسال فرمایا۔

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان نے ۴۶ء کے الیکشن میں حضرت مدنی کے متعلق جو کہا تھا اس زمانے کے اخبارات آج بھی موجود ہوں گے مگر جب آپ کے سامنے لیاقت علی خان کی موت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا:

"کون جاہل اس میں شک کرتا ہے بے شک وہ شہید ہوئے"

(الجمعیۃ دہلی شیخ الاسلام نمبر ص ۱۲۳)

آپ پر اسی زمانے میں بریلی میں قاتلانہ حملہ ہوا اور سخت ذہنی اذیت پہنچائی گئی مگر آپ نے مندرجہ ذیل بیان جاری فرمایا:۔

"میں اپنی طرف سے سب کو معاف کرتا ہوں مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں اور آخر میں یہ شعر لکھا ؎

مرادما نصیحت بود کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۱۲۱)

۱۹۴۷ء میں آل انڈیا جمعیۃ العلماء کی کانفرنس میں جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا اس میں بھی ارشاد فرمایا کہ دونوں کا بھلا باہمی اتفاق اور پیار محبت سے زندگی گذارنے میں ہے۔

غرضیکہ ہمارے اکابر نے اختلاف آراء کو وجہ مخاصمت اور سبب عناد نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت بخشے۔ آمین

(بقیہ از صفحہ ۵۶)

مدینہ منورہ ایک دن بعد از نمازِ فجر رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے تھوڑی دیر بعد مجھے علیحدہ کرکے فرمایا :

"میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور درخواست کی ہے کہ میں کونسی جماعت میں شریک ہو کر کام کروں تو مجھے یوں فرمایا گیا کہ احرار کے ساتھ مل کر کام کریں"

الفاظ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے مگر مفہوم مذکورہ بالا تھا۔ اب شیرا دا کہاں ۔ ؎

تن شیر احرار خفتہ در یدن !	چو شیری است گل راز ہر شاخ چیدن
بر گل چین لعنت بر گلِ شیر رحمت	کہ عاشش سعیداً و مات شہیداً

ہمارا عقیدہ ہے کہ بدن تو نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر اعمال ساتھ ہی رہتے ہیں اور فضائیں ان اعمال کی برکات سے معطر منور اور معمور رہتی ہے۔ والباقیات الصالحات کی تفسیر بطورِ تاویل کے یوں بھی کی جاسکتی ہے اگر احمد علی لاہوری رحمہ عبدالقادر رائپوری کے کان ہوں تو آج بھی فضا سے عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ کی پرسوز اور ایمان افروز تلاوتِ کلامِ عزیز سنی جاسکتی ہے

اللھم اجعلنا من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوالالباب ۔

؎ معلوم کیا کسی کو رازِ نہاں ہمارا ۔ اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ مخلص، زاہد الحسینی غفرلہ

دعائے صحت :

● ممتاز نعت گو شاعر محترم جناب حافظ لدھیانوی صاحب (فیصل آباد) علیل ہیں۔ وہ پیشاب کے عارضہ میں مبتلا رہتے اور گزشتہ دِنوں آپریشن کے مرحلہ سے بھی گزر گئے

● ملتان کے بزرگ شاعر اور ادارہ نقیبِ ختم نبوت کے مستقل معاون حضرت خادم کیتھلی شدید علیل ہیں۔

● تلہ گنگ سے مجلس احرارِ اسلام کے مخلص کارکن جناب محمد بشیر صاحب کا بیٹا علیل ہے۔

قارئین کرام ان تمام احباب کی صحت یابی کے لئے بارگاہِ الٰہی میں خصوصی دعا فرمائیں۔

دعائے مغفرت :

روزنامہ "احرار" سہارنپور کے سابق ایڈیٹر اور تحریکِ آزادی کے کارکن جناب شیخ محمد صادق صاحب (چیچہ وطنی والے) گزشتہ دنوں ساہیوال میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

رئیس الادارہ سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ اور عبداللطیف خالد چیمہ نے مرحوم کی وفات پر گہرے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے اور مرحوم کے پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ (ادارہ)

قاضی مظہر چکوالی اور سبائی ٹولہ (قسط اوّل)

۱۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمینوں اور آسمانوں کی رحمت اور بنی نوع انسان کی ھدایت کے لئے دنیا میں بھیجا اسی لئے دین کے متعلق نبی علیہ السلام جو کچھ فرمائیں وہ حکم خداوندی ہے اور بنی نوع انسانی میں صرف آپ ہی واحد نبی معصوم بلکہ خاتم المعصومین ھیں، صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

اور آپ کے بعد حضرات خلفائے راشدین بھی معصوم نہیں (ابن کثیر، ص ۲۳۱)

۲۔ حضرت امام مالک کا فرمان ہے۔ كُلُّ اَحَدٍ يُتْرَكُ قَوْلُهٗ وَيُؤْخَذُ اِلَّا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دلیلِ صحیح کے ساتھ ہر شخص کی بات کو رد بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور قبول بھی کیا جاسکتا ہے، صرف نبی علیہ السلام کے فرمان عالی شان کو ہر حال میں قبول ہی کرنا ہوگا نبی علیہ السلام کا فرمان ہرگز ہرگز رد نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ اسماءِ رجال کی کتابوں میں ہمیں ایک بنیادی اصول یہ بھی ملتا ہے کہ:

اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ وَلَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔

دین کی بنیاد سندوں کی صحت پر موقوف ہے۔ اور اگر سندوں کی صحت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو دین کے متعلق ہر شخص اپنے خیال کے مطابق جو کچھ چاہے کہتا پھرے۔

۴۔ اھل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے سے بڑا انسان بھی غلطی کرسکتا ہے۔ اور اسکی غلطی کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ سیدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ خطبۂ جمعہ میں مہر کو کم کرنے کا مشورہ دیا تو عورتوں کی صف میں سے ایک عورت کھڑی ہوگئی اور

اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ڈھیروں مال (قنطار) کے حساب سے مہر دینے کی اجازت دیتا ہے تم کون ہوتے ہو مہر کو کم کرنیوالے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے دوبارہ خطبہ دیا اور اس میں اس عورت کی رائے کی تصدیق کی اپنی رائے واپس لی۔ تفسیر ابن کثیر زیر آیت قنطار صفحہ ۲۶ طبع مصر)

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے کچھ زندیقوں کو آگ میں جلا دیا تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ آگ کا عذاب دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا بلکہ قتل کر دیتا کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے جو مرتد ہو جائے اس کو قتل کر ڈالو۔ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ۔

(بخاری کتاب استتابۃ المرتدین جلد دوم)

حضرت علیؓ نے اپنی زرہ ایک عیسائی کے پاس دیکھی تو اس پر جھگڑا ہو گیا۔ مقدمہ قاضی شریح کی عدالت میں گیا۔ قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے گواہ مانگے۔ حضرت علی نے اپنے غلام قنبر اور اپنے بیٹے حسنؓ کو پیش کیا۔ قاضی شریح نے حضرت حسنؓ کی شہادت رد کر دی اور فرمایا شرعاً بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں قبول نہیں۔ اور فیصلہ عیسائی کے حق میں کر دیا۔ حالانکہ قاضی شریح حضرت علی کے ہی مقرر کردہ قاضی تھے۔

صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۵ طبع وہبیہ سن بارہ سو بانوے ۱۲۹۲ھ نیز تاریخ ابن کثیر صفحہ ۷) اور حضرت امام ربانی المجدد المنور الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ مکتوب نمبر ۳۶ دفتر دوم صفحہ ۸۵، ۸۶ طبع امرتسر میں فرماتے ہیں:

"معلوم رہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام اختلافی امور میں حضرت علی ہی (لازماً) حق پر ہوں۔ اور ان کے مخالف خطا پر اگرچہ ان مشاجرات میں حق حضرت علی کی ہی طرف تھا یعنی خلیفہ راشد صرف آپ ہی تھے۔ کیونکہ صدر اول کے علماء نے بہت سے اختلافی معاملات میں حضرت علی کا خلاف کیا ہے۔ (مثلاً) حضرت علی کا خیال تھا کہ بیٹا باپ کے حق میں شہادت دے سکتا ہے۔

(چنانچہ زرہ کے جھگڑے میں) حضرت علی نے اپنے حق میں حضرت حسنؓ کی شہادت پیش کی۔ مگر قاضی شریح نے حضرت حسن کی شہادت یہ کہہ کر رد کر دی کہ بیٹا باپ کے حق میں شہادت نہیں دے سکتا۔ (اور بعد کے) مجتہدین نے قاضی شریح کے فیصلہ کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور بہت سے دوسرے مسائل میں بھی حضرت علی کی رائے کے خلاف اقوال کو اختیار فرمایا۔ اس اصول کے مطابق اگر کوئی بڑے سے بڑا بزرگوار بھی کہے کہ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں تو وہ پانچ نہیں ہوتے چار ہی ہوں گے۔ اور ان بزرگوار کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ ان کو سہو ہو گیا ہے۔ یا بے خیالی میں یہ غلط بات ارشاد فرما دی ہے۔

اپنا تعارف: فقیر محمد شمس الدین بن مولانا محمد فیروز دین صاحب بن مولانا محمد عمر دین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے تحصیل ہری پور ہزارہ کے ایک بہت بڑے علمی گھرانے میں آنکھیں کھولیں، ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی حاصل کی پھر ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی قاضی محمد صدر دین صاحب علیہ الرحمۃ۔ بانی خانقاہ نقشبندیہ ہری پور ہزارہ سے حاصل کی اور سکول پانچویں تک پڑھا پھر موضع بھوئی گاڑ میں مولانا عبد الحی صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھیں —— پھر کچھ عرصہ موضع واں بھچراں مسجد ملک مظفر خان میں مولانا غلام یٰسین صاحب سے بھی پڑھا پھر موضع آہنی ضلع گجرات میں مولانا غلام رسول صاحب سے متوسطات پڑھیں، موقوف علیہ کی کتابیں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھیں اور دورہ حدیث ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ امینیہ دھلی سے پڑھا۔ اللہ کے فضل سے علمی استعداد مناسب تھی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ آسانی سے مل سکتا تھا۔ مگر برادر اعظم علیہ الرحمۃ حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت سے بہت متاثر تھے۔ پھر ہمارا خاندانی علمی مشغلہ بھی فقہ حنفی کے مطابق فیصل خصومات ہی تھا اس لئے برادر موصوف نے فقیر کو دھلی بھیج دیا۔ واپس آکر عرصہ تک سرکاری عدالتوں سے آتے ہوئے مقدمات اور عام مسلمانوں کے تنازعات کے حل میں وقت گزرتا رہا —— ہمارے بزرگ عہد مغلیہ سے اپنے علاقہ کے قاضی تھے پھر انگریزوں کے زمانہ انگریز کی عدالتوں سے فریقین رضامندی سے مقدمات ہمارے ہاں بھیج دیئے جاتے تھے۔ اس تعلیمی زندگی میں فتنہ عیسائیت اور فتنہ مرزائیت سے نفرت پیدا ہوگئی۔ دونوں فرقوں کی اصل کتابیں اور ان کی تردید کی کتابوں کا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا

پہلی بیعت حضور گولڑوی علیہ الرحمۃ سے کی اور حضور گولڑوی کے وصال کے بعد دوسری بیعت حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب لدھیانوی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں سے کی اور الحمدللہ سب سے پہلے خلیفہ ہونے کا شرف بھی فقیر کو حاصل ہوا ——

سیاسی سرگرمیاں: ہمارے بزرگوں کا مجاہدین یاغستان سے رابطہ تھا۔ فقیر کے بڑے ماموں صاحب مولانا محمد بہاؤ الحق صاحب فاضل مدرسہ عبد الرب دہلی کو مجاہدین کی امداد کرنے کے جرم میں پانچ سال قید سخت بامشقت کی سزا ہوئی۔ اور بطور تعذیب پنجاب کی گرم ترین جیل ملتان میں رکھا گیا، جہاں روٹی میں تیز نمک ملا دیا جاتا تھا جسے نہ تو کوئی انسان کھا سکتا تھا

اور نہ ہی کوئی حیوان اس لئے تین ماہ کے اندر ہی اندر حضرت ماموں صاحب نمک کی طرح پگھل کر جیل میں ہی شہید ہو گئے۔ ملتان کے مشہور تاجر کتب مولانا خدا یار ملتانی کے والد صاحب کے ساتھ مراسم تھے ان کی حُسنِ توجہ سے ماموں صاحب شہید علیہ الرحمتہ کی میت مبارک حرم دروازہ ملتان کے باہر حضرت شاہ علی مردان رحمتہ اللہ علیہ کے دربار کے احاطہ میں دفن کی گئی۔

بچپن میں والدہ صاحبہ مرحومہ جن کو انگریزوں سے سخت نفرت تھی حضرت ماموں صاحب شہید پر انگریزوں کے مظالم کی کہانیاں سُناتی رہتی تھیں جو پتھر پر لکیر کی طرح ذہن پر نقش ہو جاتیں اس لئے فقیر کو سائیوں اور مرزائیوں کے ساتھ ساتھ فرنگیوں سے بھی اسی طرح کی طبعی نفرت پیدا ہو گئی جس طرح چکوالی صاحب کو "یزید" سے طبعی عداوت اور ذاتی نفرت ہے۔

تحریک خلافت کے بعد صوبہ سرحد کے نامور مجاہد جلیل جناب فخر افغاں خاں عبدالغفار خان صاحب مرحوم جو حضرت شیخ الہند رح کے مُریداور آپ کی جماعت کے اہم رکن تھے (نقشِ حیات ص ۱۹۹ ج ۲) ۱۹۲۷ء میں اپنے سرخپوش رضاکاروں کے ساتھ ہری پور آئے اسکول کے میدان میں بڑا بھاری جلسہ عام ہوا حاضری مثالی تھی فقیر بھی کسی نہ کسی طرح جلسہ میں پہنچ گیا اور پہلی بار سرخپوش خدائی خدمتگار دیکھے جو انقلاب زندہ باد —— برطانیہ برباد —— اور ٹوڈی بچہ ہائے ہائے —— کے نعرے لگا رہے تھے اس دن سے ذہنی وابستگی خدائی خدمتگار تحریک سے ہو گئی۔ پھر بزمانہ تعلیم ۱۹۲۴ء میں امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری سہارنپور آئے۔ اور کمپنی باغ سہارنپور میں بڑی پرجوش تقریر کی۔ حاضری بھی مثالی تھی اس طرح زندگی میں پہلی بار حضرت امیر شریعت کی زیارت سہارنپور میں ہوئی ۱۹۳۶ء میں قیامِ دھلی کے زمانہ میں جمعیت علمائے ھند کو بہت قریب سے دیکھا۔ عظیم فلسطین کانفرنس دہلی میں منعقد ہوئی حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ صدرِ مجلس استقبالیہ تھے اور حضرت سید سلیمان ندوی صاحب صدرِ کانفرنس تھے۔ حضرت سید صاحب کو پہلی بار دہلی میں دیکھا۔ تقسیم کے بعد کراچی میں بھی دو ایک بار زیارت ہوئی۔ پھر وطن واپس آ کر مجلس احرارِ اسلام کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔ ۱۹۴۰ء میں مجلسِ احرارِ اسلام سرحد نے سید رشید علی گیلانی وزیرِ اعظم عراق کی حمایت میں سول نافرمانی کی تمام اکابر سرحد یکے بعد دیگر گرفتار ہوتے چلے گئے۔ جو گرفتار ہوتا اپنے اور کسی دوسرے کو ڈکٹیٹر نامزد کر دیتا چنانچہ دسویں ڈکٹیٹر مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے، آخری گیارہواں ڈکٹیٹر فقیر کو نامزد کیا۔ اس وقت تمام

سرحدی علماء ڈیرہ اسمٰعیل خان جیل میں محبوس تھے اُن سے مشورہ اور ملاقات کے لئے فقیر ڈیرہ اسمٰعیل خان جیل میں گیا اور پہلی بار ڈیرہ اسمٰعیل خان دیکھا ان سرگرمیوں کی وجہ سے فقیر کو ایک سال کے لئے صوبہ بدر کر دیا گیا یہ زمانہ دفتر مجلس احرار مقابل حضرت شاہ محمد غوث لاہور میں گذارا۔ قیام دفتر میں تھا۔ محبت سے اکابر اور اصاغر سے ملاقات رہتی تھی جن میں ایک نڈر اور جیدار کارکن احمد یار رزمی سے فقیر بہت متاثر ہوا۔ رزمی مرحوم پنجابی زبان کا اسی طرح نغز گو شاعر تھا جس طرح مولانا ظفر علی خان اردو کے شاعر تھے نوع بنوع اشعار سے تمثیلیں ردیف اور قافیے دست بستہ رزمی کے سامنے حاضر رہتے تھے اس زمانہ کی رزمی کی بہت سی نظمیں یاد تھیں۔ اِن دنوں پنجاب میں ایک لوک گیت (کنکاں دیاں فصلاں پکیاں نے) پورے صوبہ میں بہت مقبول ہوا تھا۔ رزمی مرحوم نے انگریز کو جلانے کے لئے اسی زمین میں ایک بھڑکتی ہوئی سیاسی نظم لکھی جس نے پنجاب بھر میں انگریز کے خلاف آگ لگا دی نتیجہ میں رزمی تو گرفتار ہو کر تین سال کے لئے جیل میں چلا گیا لیکن نظم اپنا پورا کام کر گئی لطف اندوزی کے لئے صرف ایک بند نقیبِ ختم نبوة کے قارئین کی نذر ہے اگر کسی کو پوری نظم یاد ہو تو لطفاً "نقیبِ ختم نبوة میں چھپوا دے نہ صرف فقیر ممنون ہوگا بلکہ اور بھی زندہ دلانِ پاکستان شکر گذار ہوں گے وہ بند یہ ہے ذرا اس کی روانی اور برجستگی ملاحظہ ہو، نظم کا عنوان تھا "جرمن نے توپاں کسیاں نے"

جرمن نے توپاں کسیاں نے	چرچل دیاں فوجاں نسیاں نے
جدوں جرمن حملہ کر دا اے	تداں مینہ بماں دا ورھدا اے
کئی بلڈنگاں ڈھے ڈھیر ہوئیاں	وچ بلبے میماں پھسیاں نے
جرمن نے توپاں کسیاں نے	چرچل دیاں فوجاں نسیاں نے

اسی زمانہ میں حضرت امیر شریعت پر انگریز کے حکم سے سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب نے زیرِ دفعہ ۱۵۳ ترغیب قتل کا مقدمہ چلایا تھا۔ جس کی سزا پھانسی بھی ہو سکتی تھی تو اس زمانہ میں حضرت امیر شریعت راولپنڈی جیل میں محبوس تھے چنانچہ فقیر اپنے استاد مکرم مولانا عبدالحی صاحب ساگری بھوئی گاڑ ضلع اٹک اور مولانا مولی بخش صاحب خطیب مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کے ہمراہ حضرت امیر شریعت سے راولپنڈی جیل میں تقریباً" ایک گھنٹہ ملاقات رہی اس مقدمہ کا بنیادی گواہ لدھا رام ہیڈ کانسٹیبل پولیس رپورٹر جب آخری مرحلہ پر اپنی جھوٹی شہادت سے منحرف ہو گیا اور سر سکندر اور

گورے گورنر کا گورا مُنہ کالے توے کی طرح سیاہ ہو گیا اور شاہ صاحب باعزت سرخرو ہو کر جیل سے باہر آگئے اور اتفاق ایسا ہوا کہ سر سکندر کا ولیعہد بیٹا کیپٹن شوکت حیات الامین بن غازی لیبیا میں جرمن فوجیوں کی قید میں آگیا تو اُن دِنوں تقریروں میں شاہ جی چمک کر فرمایا کرتے تھے کہ میرے اللہ کی کارسازی دیکھو کہ میں ایک فقیر کا بیٹا آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور شوکت حیات ایک وزیرِ اعظم کا بیٹا جرمنوں کی قید میں وہاں چاٹ رہا ہے اس پر لوگ خوب نعرے لگاتے۔ دورانِ قیام دفتر میں ایک دن اُس لدھارام سے بھی دفتر میں ملاقات ہو گئی بہت شگفتہ مزاج نوجوان تھا پھر جب ہائی کورٹ لاہور میں چیف جسٹس محمد منیر کی سربراہی اور محمد رستم کیانی جج ہائی کورٹ کی رفاقت میں مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت کے کردار کے متعلق عدالت میں انکوائری شروع ہوئی تو مجلسِ عمل کے وکیل تو مولانا مرتضیٰ احمد خان صاحب میکش مقرر ہوئے اور مجلسِ احرار نے اپنی طرف سے فقیر کو وکیل مقرر کیا اس طرح فقیر کو بھی عدالت میں داخل ہونے کا پاس مل گیا اور فقیر مسلسل عدالت میں حاضر ہوتا رہا۔ حضرت امیرِ شریعت کے بیان والے دن بھی فقیر عدالت میں موجود تھا۔ اس سے زیادہ تفصیل لکھنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد بفضلِ تعالیٰ آج تک علماء حق کی محبت اور رفاقت میں وقت گزر رہا ہے۔ اللہ استقامت بخشے ——— آمین!

سلامی فتنے

ضروری وضاحت: اس فصل کے اکثر حوالے تاریخ ابنِ کثیر طبع اوّل مصر سے نقل ہوئے ہیں اور ہر عبارت کے آخر میں حوالہ اس طرح لکھا جائے گا اک ۱۰۶/۷ مُراد ابن کثیر ص ۱۰۶ جلد ساتؔ ہو گی۔ ابن کثیر کے علاوہ جس کتاب کا جو حوالہ ہو گا اس کا نام مثلاً طبری ص ۱۰۶/۷ لکھا جائے گا مُراد تاریخ طبری طبع مصر ص ۱۰۶ ج ۷ ہو گی۔

خلافت حضرت عمر فاروق اعظم میں بقول ایرانیوں کے عرب کے شتربان بدوؤں (یعنی حضراتِ صحابہ کرام کی فوجیں جب ایران کے دارالخلافہ مدائن میں داخل ہو گئیں تو ایرانیوں نے اس ناگہانی اور لاعلاج مصیبت کے دفعیہ کے لئے مشہور شہر نہاوند میں ایک ایران گیر کانفرنس بلائی اور اس میں مقررین بولے کہ جو محمد تھا وہ اہلِ عرب کی طرف ہی متوجہ رہا اور اس کا پہلا خلیفہ ابوبکرؓ بھی اندرونِ عرب کے اُمور ہی میں اُلجھا رہا لیکن یہ جو دُوسرا خلیفہ عمرؓ ہے اس نے ہمارے شہر چھین لئے۔ ہماری عزتیں

لوٹ لیں ۔۔۔۔ ہمارا دار الخلافہ تک بھی فتح کر لیا اس کا کوئی سدِ باب کرنا چاہیئے " بالآخر یہ طے پایا کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر عراق پہنچ جاؤ اور مسلمانوں کو اندرونِ ملک ہی اُلجھا دو تاکہ وہ ایران میں آگے بڑھنے کے قابل ہی نہ رہیں ۔ اکب ۱۴۲ ۔ چنانچہ یہ مفسدین مفسد وفد بن کر اسلامی لباس میں کوفے پہنچ گئے اور گورنرِ کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص رض پر بوقت نماز پتھراؤ کیا کہ یہ نماز ٹھیک نہیں پڑھاتا ۔ اکب ۱۲۵ ۔ جب یہ خبر مدینہ منورہ حضرت عمر رض کو پہنچی تو آپ اِس وقت نماز پڑھانے جا رہے تھے تو آپ رض سخت غصے ہوئے اور اسی حالت میں جا کر نماز شروع کر دی مگر نماز میں آپ غصے کی وجہ سے بھول جاتے تھے اور مقتدی پیچھے سے سبحان اللہ پکارتے تھے ۔ پھر آپ رض نے سبائیوں کے لئے بددعا کی خدا اُن پر کوئی ظالم حاکم مسلط کرے چنانچہ یہی ہوا حجاج بن یوسف خدائی عذاب بن کر ان پر مسلط ہو گیا بحوالہ اکب ۱۲۱،۱۲۲ ۔۔۔۔ چنانچہ حضرت سعد رض کی جگہ حضرت عمر رض نے ایثار کر کے حضرت عمار بن یاسر رض کو بھیجا تو کوفیوں نے حضرت عمار رض کو بھی یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ان کو سیاست نہیں آتی ۔ اکب ۱۲۵ ۔ پھر انکی جگہ حضرت عمر رض نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رض کو بھیج دیا تو ان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ اُن کا علاج ٹھیک نہیں ۔ اکب ۱۲۵ ۔ کوفہ کے ان حالات کی وجہ سے حضرت عمر رض بہت سخت پریشان ہوئے اور اسی پریشانی میں مسجد شریف میں جا کر لیٹ گئے اور آپ کی آنکھ لگ گئی ۔ اتفاقاً حضرت مغیرہ رض بن شعبہ مسجد میں آنکلے اور دیکھا کہ حضرت امیر المومنین رض تنہا مسجد کے فرش پہ سو رہے ھیں چنانچہ وہ آپکی حفاظت کی نیت سے وہیں موجود رہے تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رض کی مبارک آنکھیں کھلیں تو حضرت مغیرہ رض نے دریافت کیا کہ یا امیر المومنین رض کوئی بہت بڑی پریشانی آپ پر آ گئی ہے ۔۔۔۔ ؟ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ میں کیا کروں ۔ اہلِ کوفہ ایک لاکھ ھیں نہ وہ کسی ایک امیر سے راضی رہ سکتے ہیں نہ کوئی ایک امیر ان کو راضی رکھ سکتا ہے ۔ پھر آپ رض نے دوسرے صحابہ کرام رض کو جمع کیا اور پوچھا کہ کیا میں ان پر کوئی سخت گیر امیر مقرر کر دوں ؟ یا نرم مزاج متقی ۔ حضرت مغیرہ رض نے فرمایا کہ یا امیر المومنین رض ! سخت گیر کی سخت گیری کا فائدہ آپ کو اور دوسرے مسلمانوں کو پہنچے گا ۔ کہ شہر میں امن قائم رہے گا ۔ اور سخت گیری کا اگر کوئی نقصان ہوگا تو اسکی اپنی ذات کو ہوگا ۔ اور نرم مزاج متقی کی نرمی اور تقویٰ کا فائدہ اسکی اپنی ذات کو ہوگا اور اس کی کمزوری کا نقصان آپ کو اور مسلمانوں کو پہنچے گا کہ شہر میں کوئی نظم و ضبط نہیں ہوگا ۔ آپ بھی پریشان اور عوام بھی پریشان رھیں گے ۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور ان کو ہی دوبارہ کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا حضرت مغیرہ کوفہ گئے اور سب سبائی مفسدوں کو سیدھا کر دیا۔

ایرانیوں کا دوسرا کارنامہ: مگر ایرانی بھی اپنی اسکیموں پر مسلسل عمل پیرا رہے اور ایک ایرانی غلام فیروز مجوسی نے خود حضرت عمرؓ کو ہی بحالتِ نماز شہید کر دیا ا ک[۱۲] ——— ان کے بعد حضرت عثمانؓ کے خلاف محاذ بنا لیا اور حالات اتنے بگاڑے کہ خود ان کے گھر میں گھس کر ان کے اہلِ خانہ کی آنکھوں کے سامنے انکو شہید کر دیا اور گھر کا سب مال بھی لوٹ کر لے گئے اور اسی دردناک موقعہ پر حضرت علیؓ کا گھیراؤ کر لیا۔ ابن کثیر کے الفاظ میں ا ک[۲۲]۔

اور اکابر صحابہؓ کو ان سے ملنے سے روک دیا۔ پھر حضرت علیؓ کو ان سے ملنے سے روک دیا پھر حضرت علیؓ کو کوفہ چلنے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ آپ کوفہ پہنچ گئے پھر وہاں جنگ جمل کرا دی۔ اس میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر شہید ہو گئے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ مدینہ طیبہ واپس آگئیں پھر ملکِ شام پر چڑھائی کا منصوبہ بنا لیا۔ اور جنگِ صفین کرا دی۔ پھر تحکیم کا واقعہ پیش آگیا۔ جنگ ختم ہو گئی، عراق اور اس کے مشرقی ممالک خلیفۂ راشد حضرت علیؓ کے زیرِ نگیں ہو گئے اور شام اور اس کے مغربی صوبے حضرت معاویہؓ کے زیرِ نگیں ہو گئے مسلمانوں میں جنگیں ختم ہو گئیں اور اُمت نے سکون کا سانس لیا۔ لیکن سبائی تلملا کر رہ گئے یہ سبائی چلے کب بیٹھ سکتے تھے۔ بقول علامہ صاحب نہ بے کار نہ رہ کچھ کیا کر اب حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ۱۷ رمضان سنہ ۴۰ھ کی نمازِ فجر کا وقت تینوں کو بیک وقت قتل کرنے کے لئے مقرر ہوا۔ اور طے شدہ پروگرام کے مطابق نمازِ فجر کے وقت تینوں بزرگوں پر بیک وقت قاتلانہ حملہ ہوا۔ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ تو بچ گئے اور امیر المومنین سیدنا حضرت علیؓ مسجدِ کوفہ میں شہید ہو گئے پھر حضرت حسنؓ خلیفہ بنے لیکن انہوں نے اُمت کی بہتری اسی میں دیکھی کہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح کر کے خلافت ان کے سپرد کر دی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اس سال سنہ ۴۱ھ کا نام ہی "عام الجماعت" یعنی مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اتفاق کا سال رکھا گیا اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اپنے خداداد حسنِ تدبر سے ایسی کسی ہوئی حکومت کی کہ سبائی مفسدین کو پورے بیس سال کے عرصہ میں پورے عالمِ اسلام میں کہیں بھی سر اُٹھانے کی جرأت نہ رہی سنہ ۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ کی وفات ہو گئی اور یزید تخت نشین ہوا تو اب

سبائیوں نے پھر نئے پر پرزے نکالے اور حضرت حسینؓ کو مدینہ طیبہ سے (کوفہ) کربلا پہنچانے میں کامیاب ہو گئے اور وہاں حضرت حسینؓ کو ظلماً خود شہید کر دیا۔ اور یہاں سے شیعہ سُنی محاذ قائم کیا گیا جو آج تک قائم ہے ـــــ ناظرین کرام! بے حد اختصار سے ریکارڈ کو مسلسل مربوط رکھنے کے لئے یہ چند صفحات لکھے گئے ہیں۔ اب ہم اپنے اصل بحث پر آتے ہیں ۶۴ھ میں یزید کی وفات ہوئی پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۷۳ھ میں شہید ہو گئے اور کافی خلفشار کے بعد حضرت مروانؓ بن حکمؓ کی حکومت قائم ہو گئی جو ۱۳۲ھ تک بڑے دبدبے کی حکومت تھی اِسی خاندان میں حضرت مروانؓ کے پوتے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز پیدا ہوئے جن کی مثال ان کے بعد آج تک پیدا نہیں ہو سکی۔

اموی حکومت کے دوران ایرانی سبائیوں نے بہت سے سادات اہلِ بیت کو اکسا کر حکومت سے بھڑا دیا مگر وہ بغاوتیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ خود ایرانیوں نے بھی بہت سی شورشیں کھڑی کیں مگر ہر بار منہ کی کھانی پڑی آخر ایک ایرانی ابو مسلم خراسانی سے ایرانی مجوسیوں مرتدوں کی ایک فوج جمع کی اور اس بار عباسیوں کو ہتھے پر چڑھا لیا اور ابوالعباس سفاح عباسی کے پرچم تلے دمشق پر حملہ کیا آخری خلیفہ مروان بن محمد بن مروان امورِ خلافت سے غافل رہنے لگ گیا تھا۔ نتیجہ میں میدان زابِ علیا میں اموی اور ایرانی فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی میدان ایرانیوں کے ہاتھ رہا اور ۱۳۲ھ میں عربی حکومت کا خاتمہ ہو گیا عجیب بات یہ کہ اس حکومت کا افتتاح بھی حضرت مروان بن الحکمؓ پر ہی ہوا۔ دمشق فتح کر کے ایرانیوں نے جس طرح کا بے رحمانہ قتلِ عام کیا۔ یہاں اس کی گنجائش نہیں، کچھ تفصیل مودودی صاحب نے "خلافت اور ملوکیت" ص ۱۹۰ تا ص ۱۹۲ پر لکھ دی ہے خواہشمند حضرات وہاں دیکھیں مشہور ایرانی مؤلف حسین کاظم زادہ نے اپنی کتاب تجلیات روح ایرانی ص ۶۰ طبع شرکت نسبی اقبال طہران پر انتہائی مسرت سے لکھا ہے کہ میدان زاب علیا میں عربی حکومت کا خاتمہ کر کے ایرانیوں نے عربوں سے جنگ قادسیہ اور نہروان کا بدلہ مکمل طور پر چکا لیا۔ عباسی حکمران عام طور پر کٹھ پتلی قسم کے خلفاء تھے ۱۳۲ھ میں جب حکومت کے میدان سے اصل اموی عربوں کو بے دخل کر دیا گیا اور اکثر سول اور فوجی عہدوں پر ایرانی مُسلّط ہو گئے، تو ایرانی قلمکاروں کو موقعہ ہاتھ آ گیا اور انہوں نے گھڑ گھڑ کر روایات کے سہارے جس طرح اسلامی تاریخ کو مسخ کیا اس کی تفصیلات پرانی تاریخی کتابوں میں دیکھیں۔

ایک خاص منصوبہ: ایرانی سبائیوں نے اس سلسلہ میں ایک بہت ہی خاص منصوبہ بنایا۔

عبدمناف کے دو لڑکے عبشمس اور ہاشم جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ دُنیا میں عبشمس پہلے آیا اور ہاشم بعد میں پیدا ہوا جمہرۃ انساب العرب ص ۱۴ پر دونوں بھائی اور ان کی اولاد جاہلیت اور اسلام میں بھی بادام کے دو قاشوں کی طرح باہم متفق اور متحد رہے اور ان کے رشتے ناطے دونوں طرف برابر ہوتے رہے نبی علیہ السلام کی دو پھوپھیاں ام حکیم بیضا اور صفیہ بنو عبشمس میں شادی شدہ تھیں۔ اور حضرت معاویہ رضی کی حقیقی پھوپھی ام جمیل عبشمیہ نبی علیہ السلام کے حقیقی چچا ابولہب ہاشمی کے گھر میں تھی اور حضرت معاویہ رضی کی حقیقی خالہ فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ حضرت عقیل ہاشمی کے گھر میں تھیں یہ فاطمہ امام مسلم نصیر حضرت حسین اور شہید کوفہ کی والدہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آگے چل کر امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین عبشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ راشد سوئم ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی ہاشمی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد چہارم ہوئے پھر حضرت علی ہاشمی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی عبشمی کے درمیان جنگیں ہوئیں اور حضرت سیدنا حسین رضی ہاشمی کو یزید بن معاویہ رضی عبشمی کے عہدِ حکومت میں خود سبائیوں نے کربلا میں شہید کر دیا اور الزام قتل یزید پر لگا دیا۔ اس کے بعد عیار سبائیوں نے ایک بہت ہی دُور کی کوڑی ڈھونڈ نکالی کہ عبشمس اور ہاشم جب پیدا ہوئے تو ان کے بدن آپس میں جڑے ہوئے تھے ان کو تلوار سے کاٹ کر جُدا کیا گیا اس لئے آگے چل کر ہاشمیوں اور عبشمیوں میں تلواریں ہی چلتی رہیں۔

پھر آگے چل کر عبشمس کے ایک لڑکے اُمیہ بن عبشمس کی اولاد میں اسلام کے بہت سے نامور خلفاء ہوئے مثلاً حضرت عثمان رضی ذوالنورین حضرت معاویہ رضی اور حضرت مروان رضی اور انکی نامور اولاد میں اکثر اموی خلفاء ہوئے اور حضرت ولید بن عُقبہ رضی اور عبداللہ بن عامر رضی بن کریز جیسے بےمثال فاتحین ہوئے جو اموی کہلاتے تھے۔ اس طرح تقابل اموی ہاشمی کا بنا دیا گیا تو اب سبائیوں نے ایک نیا منصوبہ یہ بنایا کہ ایک اور جعلی روایت یُوں گھڑی جائے کہ ہاشم بن عبدمناف (چچا) اور اُمیہ بن عبشمس بن عبدمناف (بھتیجا) کو جو دونوں چچا اور بھتیجا مختلف زمانوں میں اپنی اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، ایک ماں کے پیٹ سے توام پیدا شدہ مشہور کیا جائے تاکہ رنگ چوکھا آئے۔

(باقی آئندہ)

مجید لاہوری مرحوم

دُنیا کے سیاسی یتیمو! مُتحد ہو جاؤ!

سیاسی یتیم خانہ

مجید لاہوری، شعر و ادب، صحافت اور کالم نگاری کی تاریخ میں ایک معروف نام ہے۔ مرحوم نے کراچی سے اپنا ہفتہ وار پرچہ "نمکدان" بھی نکالا۔ مزاحیہ ادب، مثبت اور تعمیری تنقید میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اُنکا اپنا اسلوب ہے جو عوامی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عوام میں بے پناہ مقبول ہوئے۔ ذیل میں چونتیس برس قبل ان کا لکھا ہوا ایک کالم قارئین کی نذر ہے۔ جو ۱۹/ اپریل ۱۹۵۷ء کو شائع ہوا مگر آج بھی اسی طرح تر و تازہ ہے —!

—— (ادارہ) ——

یہ تجویز رمضانی کی ہے۔ مجھے صرف اسکی پیش کش کا شرف حاصل ہے۔ تجویز یہ ہے کہ ایک بہت بڑا "سیاسی یتیم خانہ" بنایا جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ —— "سیاسی یتیم خانہ" کیوں بنایا جائے تو جواباً گزارش یہ ہے کہ نو دس برس کی مدت میں ہمارے ہاں کتنے جوڑ توڑ، کتنی اکھاڑ پچھاڑ، اور کتنی کرسیاں ٹوٹی ہیں کتنی کرسیوں کی لڑائیاں ہوئی ہیں اور کتنی نئی مضبوط کرسیاں تیار ہوئی ہیں۔ ان تمام سرگرمیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سینکڑوں "سیاسی یتیم" در بدر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ان میں ایسے یتیم بھی ہیں جو مرکزی وزیر رہے، ایسے یتیم بھی ہیں جو وزیرِ اعظم رہے۔ ایسے یتیم بھی ہیں جو گورنر رہے۔ ایسے بھی ہیں جو صوبوں کے وزیرِ اعلیٰ رہے ایسے بھی ہیں جو صوبوں کے وزیر رہے، نائب وزیر رہے، مشیر رہے، اسمبلیوں کے ممبر رہے میونسپل

کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے صدر رہے ۔ ممبر رہے ۔ ایسے بھی ہیں جو سفیر رہے ۔ غرضیکہ اگر "سیاسی یتیم شماری" ملک میں ہو تو ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے ۔ ہر قدم پر ایک سابق وزیر ملتا ہے ۔ سابق سفیر ملتا ہے ، سابق گورنر ملتا ہے اگر دکٹس لونڈوں کو جمع کر کے لوگ یتیم خانہ بناتے ہیں تو پھر اتنی بڑی کھیپ سیاسی یتیموں کی جہاں موجود ہو وہاں "سیاسی یتیم خانہ" بنایا جائے ۔

سچ پوچھئے تو یہ سارے جھگڑے انہیں سیاسی یتیموں کے کھڑے کئے ہوئے ہیں ۔ یہ ساری خرابی ان سیاسی یتیموں کے "فری اسٹائل دنگل" کی لائی ہوئی ہے ۔ اگر "سیاسی یتیم خانہ" بن جائے تو یہ لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور ملک میں انتشار نہ پھیلائیں ۔ یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہوگا ۔ حکومت کو خود ایسا یتیم خانہ بنانا چاہیئے ۔ کیونکہ ہم نے یہی دیکھا ہے کہ جو کرسیوں پر بیٹھتے ہیں وہ کرسیاں چھن جانے کے بعد "سیاسی یتیم" ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ بے کرسی والے یعنی سیاسی یتیم پھر کرسی پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ایسے یتیم خانے کا فائدہ آج نہیں تو کل اہل حکومت کو پہنچے گا ۔ کیونکہ ہمیشہ ایک سا وقت تو نہیں رہتا ۔ کرسی نے کب کسی سے وفا کی ہے ۔ اور ہمارے ملک میں تو اس کا مزاج معشوق کے مزاج سے بھی نازک ہے ۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ۔

یہ سوال تو حل ہو گیا کہ "سیاسی یتیم خانہ" کیوں بنایا جائے ۔ اب سوال یہ ہے کہ سیاسی یتیم خانے میں کیا ہو ؟ پہلے تو سیاسی یتیموں کو ایک جیسی وردیاں ایک جیسے بوٹ اور ایک جیسی ٹوپیاں دی جائیں تاکہ دیکھنے والے پہچان لیں کہ یہ "سیاسی یتیم" ہیں ۔ صبح یہ لوگ ایک گھنٹہ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر کے دیوار کے سہارے کھڑے رہیں ۔ ان سے ان کا دماغ سیاست میں خوب چلے گا ۔ پھر نہا دھو کر یہ ناشتہ کریں اور اخبار پڑھیں ۔ اخبار پڑھنے کے بعد یہ خوب بحث کریں ۔ بحث کرنے کے بعد بیان دیں ۔ پھر ان کو یہ بھی سکھایا جائے کہ ایک بات کہہ کر اس کی کس طرح تردید کرنی چاہیئے ۔ پھر ان کو یہ بھی سکھایا جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کس طرح لڑھک کر جانا چاہیئے ۔ یہ عملی سبق" ہوگا جس میں "بے پیندے کے لوٹے" اور "بے تھالی کے بینگن" استعمال کئے جا سکتے ہیں ۔ بینگن اس لئے زیادہ مفید ہیں کہ بعد میں ان کی ترکاری بھی بن سکتی ہے ۔ سب سے بڑا درس ان کو اس کا دینا چاہیئے کہ "اعتراض برائے اعتراض اور اختلاف برائے اختلاف" کس طرح کیا جاتا ہے اس کے لئے تو بعض "سیاسی یتیموں" کو

(بقیہ ۱۱۲ پر)

حلقۂ احباب

معلوم کیا کسی کو رازِ نہاں ہمارا

مکتوبِ گرامی حضرت مولانا قاضی محمد زاھد الحسینی مدظلہ

محترم المقام عالی مرتبت سیدِ عالی نسب مولانا عطاء المحسن صاحب زید مجدہ

خادمانہ سلام مقرون بالاحترام کے بعد —— مکرمت نامہ خادم زادہ کے نام شرف صدور لایا۔ ان گناہ گار آنکھوں نے بھی پڑھا، آپ کی علالت کا پڑھ کر فکر لاحق ہُوا۔ اللہ تعالیٰ جناب کو اپنی رحمت کے ساتھ عافیت عطا فرمائے۔ آمین۔ اُمت آج کل آپ جیسے مجاہدین کی راہ نمائی کی محتاج ہے۔ اس گناہ گار کے حق میں جناب کی دُعا ان شاء اللہ مستجاب ہوگی، مگر مجھ جیسے تہی دامن کا وجود عدم برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے مجاہدین مجاہد فی سبیل اللہ کو عافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔ آمین —— وہ اکابر جا چکے ہیں جن کی زیارت ہی سے ذکر اللہ کا منظر سامنے آجاتا تھا۔ اس گناہ گار نے امیر شریعت نور اللہ مرقدہ کی زیارت اور آپ کے خطاب عالی کی سماعت کا شرف ۱۹۳۱ء میں پہلی بار سہارنپور کی فرودگاہ کے عظیم الشان جلسہ میں حاصل کیا جبکہ شاعرِ انقلاب علامہ انور صابری نے اپنی پر سوز نظم سے جلسہ کا آغاز کیا۔ پھر بھی کئی بار زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا خصوصاً ۱۹۳۲ء، ۱۹۳۳ء کے وہ مناظر آبدیدہ کر دیتے ہیں جو قطب الارشاد والتکوین حضرت مدنی رح اور امیر شریعت رح واقفِ اسرارِ طریقت کے مخلصانہ مودبانہ، مجاہدانہ تعلقات سے معمور تھے۔ اب وہ مناظر کہاں؟

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا	ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خارِ گلشن میں	بتاتا رو رو کر مالی یہاں غنچہ وہاں گل تھا

وہ عطاء اللہ رح اب کہاں جو اسرار رحمۃ سہراۃ کا عکسِ جمیل تھا۔ وہ مدنی رح کہاں جو گلشن رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پر سوز بلبل تھا۔ وہ دَور گزر گیا اور شاید اب نہ آسکے۔

ولقد اری معجزنہ ثمہ نظرا

چند سطور لکھ کر سوز دروں کو کچھ ہلکا کر رہا ہوں اپنی نظر میں اب کوئی محرم نہیں۔ احقر نے پہلا حج ۱۹۳۹ء میں کیا اس مبارک سفر میں مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت کا مجھے شرف حاصل تھا (بقیہ صفحہ ۶۳ پر)

عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ، محاسبہ مرزائیت و رافضیت، اسوۂ

آلِ و اصحابِ رسول علیہم السلام کی تعلیم و تبلیغ کو ملکی اور عالمی سطح

پر لانے کے لئے ہمارا ساتھ دیجئے!

چرمِ قربانی

مجلسِ احرارِ اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کو دیجئے!

ہمارے دینی ادارے:

— مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون ۴۲۸۱۳
— مدرسہ معمورہ مسجدِ نور تغلق روڈ۔ ملتان
— مدرسہ محمودیہ، معمورہ ناگڑیاں ضلع گجرات
— مدرسہ ابوبکرِ صدیق تلہ گنگ ضلع چکوال
— مدرسہ ختمِ نبوت مسجدِ احرار۔ ربوہ۔ فون ۶۸۸
— مدرسہ ختمِ نبوت سرگودھا روڈ۔ ربوہ
— دارالعلوم ختمِ نبوت چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال فون ۲۱۱۲ / ۲۹۵۴
— مدرسہ ختمِ نبوت شہزاد کالونی۔ صادق آباد ضلع رحیم یار خاں
— یوکے ختمِ نبوت مشن ہیڈ آفس گلاسکو۔ برطانیہ

شعبہ نشر و اشاعت: عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی۔ ملتان

Monthly
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT
Regd No. L8755.
Vol. ۲
No. ۶
Ph: 72813
Multan.

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیرِ اہتمام:۔ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

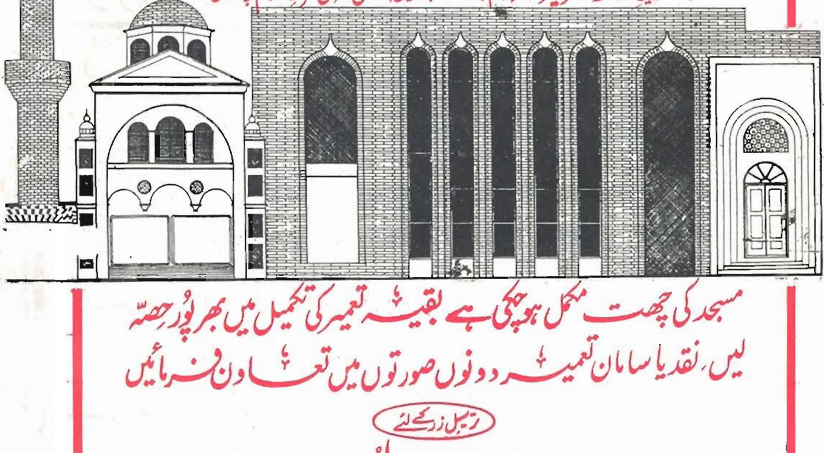

مسجد کی چھت مکمل ہو چکی ہے بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصّہ لیں، نقد یا سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں

ترسیلِ زر کیلئے

ابنِ امیرِ شریعت سیّد عطاء المحسن بخاری

دارِ بنی ہاشم - مہربان کالونی - ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ ، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان